قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۶ شمارہ: ۷

رجب المرجب: ۱۴۴۴ھ - فروری: ۲۰۲۳ء

قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے، زرِ سالانہ: ۶۰۰ روپے

مُدیر / مُدیر مسئول

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر

مولانا سید احمد یوسف بنوری

مُدیر معاون

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465

فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ : 40 امریکی ڈالر

عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816

مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: 34919531-21-92 +

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

قادیانیت اور ایک بار پھر تحریف قرآن کا گھناؤنا جرم!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ
انسدادِ توہین اہلِ بیتؓ وصحابہؓ ''بل''	۶	

مقالات ومضامین

مکاتیب حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ بنام حضرت بنوریؒ	۸	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
حضرت مجدد الف ثانیؒ ... علمِ کلام میں تجدیدی خدمات	۱۱	ڈاکٹر فہد انوار
ہدایت وکج روی ... محکم اور متشابہ آیات کی روشنی میں	۱۷	مولانا محمد عرفان الخیری
ایک طالبِ حق ... حضرت زید بن عمرو	۲۴	علی عبداللہ
اکابرینِ امت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا کردار	۲۸	مولوی عصمت اللہ نظامانی
حضرت سفیان بن عیینہؒ کی اہلِ علم کو نصائح	۳۴	مولوی عابد شہزاد
تذکرہ علامہ غلام نبی کاموی(قسط:۲)	۳۸	مولانا جمیل احمد
کرپٹو کرنسی، این ایف ٹی اور بلاک چین		
تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری (قسط:۵)	۴۴	جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

یادِ رفتگان

حضرت مولانا عبید اللہ احرارؒ (استاذ شاخ جامعہ)	۵۶	مولانا مسعود الرحمٰن شمسی

دار الافتاء

کلیئرنگ فارورڈنگ کمپنی کا مختلف بروکروں سے کام کروانا	۵۹	ادارہ

نقد ونظر

اندھیروں سے اُجالے تک (جلد اول) ... منتخب احادیث	۶۲	ادارہ
قادیانیت، ایک تعارف ... حسن العهد من الإيمان		

قادیانیت اور ایک بار پھر تحریف قرآن کا گھناؤنا جرم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

انگریز نے برصغیر پر تسلُّط جمایا، مسلم عوام کے درمیان افتراق، انتشار اور تقسیم پیدا کرنے کے لیے خود کاشتہ پودا قادیانیوں کی صورت میں پیوست و پیوند کیا۔ علماء کرام اور مسلم عوام کی قربانیوں کی بدولت اگرچہ انگریز تو یہاں سے بھاگ گیا، لیکن اپنے خود کاشتہ پودے اور اپنی ناپاک ذریت قادیانیوں کو یہاں چھوڑ گیا، جنہوں نے انگریزوں کے جانے کے بعد یہاں کی حکومت کے خواب دیکھنا شروع کردیئے، تقسیمِ ہند کے بعد قادیان سے بھاگ کر پاکستان چناب نگر کو اپنا مرکز اور ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں دس ہزار مسلمانوں کی قربانیوں نے ان کے کفر کو مزید آشکارا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک جواُن کی کارستانیوں کی بدولت وجود میں آئی، قادیانیت کا یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پہنچا، مرزا ناصر کی درخواست پر قومی اسمبلی میں ان کو بلاکر ان کا موقف سنا گیا، اور اس پر ۱۳ دن جرح ہوتی رہی، بالآخر قومی اسمبلی نے اُن کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا بل تو پاس ہوگیا، لیکن کچھ سیاسی حالات کے دگرگوں ہونے اور کچھ مذہبی جماعتوں کے باہم اختلاف نے قانون سازی کے مرحلہ کو دور کردیا۔ ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کی بنا پر قادیانیوں کے دونوں گروہوں (لاہوری، قادیانی) کو اسلامی شعائر کے استعمال سے روکا گیا، خلاف ورزی کی صورت میں مالی جرمانہ کے علاوہ تین سال قید کا قانون بنایا گیا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس آرڈی نینس کے آنے کے بعد قادیانی اسلام کے شعائر کے استعمال سے

رک جاتے، لیکن جان بوجھ کر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کو اپنا وطیرہ بنالیا۔ کرتے یہ تھے کہ کلمہ طیبہ کا بیج بنا کر سینے پر لگا لیتے، اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ لکھوا لیتے، اس پر ان کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی جاتی، کیس بنتے، سیشن کورٹ، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، حتیٰ کہ وفاقی شرعی عدالت تک قادیانی اپیلیں لے کر گئے، لیکن تمام کورٹوں نے انہیں آئین کی خلاف ورزی کرنے کی بنا پر مجرم قرار دیا اور آج یہ تمام فیصلے کتابی صورت میں ''فتنۂ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے'' کے نام پر یکجا کر دیئے گئے ہیں، جو وکلاء، ججز حضرات اور عام مسلمان بھائیوں کے مطالعہ کے لیے دستیاب اور خاصے کی چیز ہیں۔

اب تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ محترم جناب راؤ عبدالرحیم ایڈوکیٹ کے بقول: ''ایک عرصہ سے قادیانی قرآن کریم میں تحریف کر کے اسے چھاپ کر مختلف ممالک جن میں جنوبی افریقا، ڈنمارک، انگلینڈ، جاپان وغیرہ شامل ہیں، اردو اور ان کی زبانوں میں پاکستان سے بھیج رہے تھے۔ وہاں کے بھولے بھالے مسلمان اسے درست سمجھ کر پڑھ رہے تھے، مثال کے طور پر قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ کی آیت ''وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ'' جس کا درست ترجمہ ''اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔'' کی بجائے غلط ترجمہ ''اور وہ آئندہ آنے والی موعود باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔'' کیا گیا ہے۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ چناب نگر میں چھپ رہا ہے۔ اس کے خلاف وزیر اعظم، ہیومن رائٹس وغیرہ کو درخواستیں دی گئیں۔ سپریم کورٹ اور وزیر اعظم سے آرڈر آ گئے، اوقاف کے محکمے میں یہ معاملہ گیا، وہاں ان کے خلاف تمام ثبوت، نسخے، لسٹیں اور ویب سائٹس جمع کرائے گئے، انہوں نے ایک کمیٹی بنائی کہ وہ جا کر ان طباعتوں کا جائزہ لیں۔ چناب نگر کی انتظامیہ نے اس کمیٹی کو وہاں آنے کی اجازت نہیں دی، گویا صوبائی حکومت کے ادارہ کو اجازت نہیں دی گئی۔ عدالت میں دی گئی ایک درخواست پر جج صاحب نے مسلمانوں اور قادیانیوں کو سنا تو قادیانیوں نے ان طباعت خانوں کو اپنا تسلیم کرنے ہی سے انکار کر دیا، جس پر ہم نے نسخے پیش کر دیئے۔ فیصلہ ہونے کے بعد یہی نسخے قادیانیوں کی مذہبی درس گاہوں میں تقسیم ہوتے نظر آئے۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ یہ تمام نسخے جہاں ہیں، ختم کر دیئے جائیں، ان کی اشاعت روک دی جائے اور ویب سائٹوں پر پابندی عائد کی جائے۔ اس فیصلے کے باوجود وہاں نسخے تقسیم کیے گئے، جس پر ہم نے ایف آئی آر کٹوانی چاہی، مگر نہیں کاٹی گئی۔ اس کے بعد ایک جے آئی ٹی بنی، اس کے ہیڈ ڈی پی او چنیوٹ تھے، اور ہر ادارے کا ممبر اس کا حصہ ہوتا ہے، اس کے باوجود ان کی رپورٹ میں مسلمانوں کو جھوٹا اور قادیانیوں کو سچا کہا گیا۔ قدرت کا نظام کہ اگلے روز ایف آئی اے نے ایک قادیانی کو گرفتار کیا تو اس کے موبائل کا فرانزک کرانے کے بعد سامنے آیا کہ کون کون کہاں کہاں قرآن کریم کے تحریف شدہ نسخے چھاپ رہا

ہے؟! اور کہاں کہاں اسے نشر کیا جارہا ہے؟! کن کن ویب سائٹوں پر یہ اپلوڈ ہورہے ہیں؟! جیسے ہی یہ تحقیقات مکمل ہونے لگیں تو شاہد جاوید ’’ڈی آئی جی‘‘ تھے اس وقت، انہوں نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرکے اسے رکوادیا۔ ہمیں چنیوٹ سے شکایتیں آئیں کہ یہاں ٹیمیں چل رہی ہیں کہ پرانا ترجمۂ قرآن ہمیں دے کر نیا لے لیں، لوگوں کے گھروں میں جاکر مفت دیا جارہا تھا، چیک کیا گیا تو وہ یہی غلط ترجمے والا قرآن تھا۔ ہم نے دوبارہ درخواست دائر کی تو لاہور ہائی کورٹ نے قرآن بورڈ کو تنبیہ کی اور اداروں کو یہ سب کچھ روکنے کے احکامات جاری کردیئے، لیکن آج تک عمل نہیں ہوا۔‘‘

حد یہ ہے کہ عدالت کے حکم پر تحریفِ قرآن کی طباعت اور تشہیر کے جرم میں مدرسۃ الحفظ چناب نگر کے پرنسپل مبارک ثانی نامی ملزم کو گرفتار کیا گیا تو قادیانیوں نے پہلے تھانہ پولیس کا گھیراؤ کیا، مسلمانوں کے احتجاج پر گھیراؤ ختم ہوا تو اب اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے بااثر قادیانی ملزم کی رہائی کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں اور تحریف شدہ قرآن کریم کی برآمدگی میں رکاوٹ اور انہیں غائب کروانے کے لیے متحرک ہوگئے ہیں۔

مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ ملزم کو بیرونِ ملک فرار نہ ہونے دیا جائے اور جتنے لوگ اس کے شریک کار ہیں، ان سب کو گرفتار کیا جائے۔ جو ملزمان بھی امن وامان کی صورت حال خراب کرنے والے ہیں، ان سب کو گرفتار کرکے کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کو آئینِ پاکستان کا پابند بنایا جائے اور حکومتِ پاکستان سے مطالبہ ہے کہ وہ قادیانیوں کی ناپاک سازشوں پر کڑی نظر رکھے۔

۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو علمائے کرام نے کہا کہ قومی اسمبلی کے اس فیصلے سے پہلے اسلامی رو سے قادیانیوں کی حیثیت حربی کافر کی تھی، لیکن اس فیصلے کے بعد ان کی حیثیت ذمی کافر کی ہے کہ جس طرح ذمی کافر کو اسلامی ریاست میں ریاست کا تابع بن کر رہنے کا حق ہے، اسی طرح ان قادیانیوں کو بھی حق ہے۔ ان کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت سرکار اور رعایا دونوں کی ذمہ داری ہے۔ لیکن وہ دن اور آج کا دن قادیانیوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو آئین کا پابند نہیں بنایا، بلکہ انہوں نے پاکستان کے آئین کو ماننے سے سرے سے انکار کردیا۔

پاکستان میں اور اقلیتیں مثلاً ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی وغیرہ رہتے ہیں۔ وہ پاکستان کے آئین کو مانتے ہیں، پاکستان کی عدالتوں کو مانتے ہیں، پاکستانی فوج جو سرحدات کی حفاظت کرتی ہے، اس کو مانتے ہیں، اور اپنے آپ کو پاکستانی کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ قادیانی ایک ایسا غیر مسلم گروہ ہے جو پاکستان میں رہنے کے باوجود نہ آئینِ پاکستان کو مانتا ہے، نہ قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کو مانتا ہے، نہ پاکستان کی عدالتوں کو مانتا ہے،

نہ پاکستان کی فوج کو مانتا ہے، اور نہ ہی پاکستانی ہونے پر کوئی فخر محسوس کرتا ہے، بلکہ وہ اُلٹا اپنے آپ کو مسلمان اور تمام مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور اس کا نظریہ ہے کہ پاکستان اکھنڈ بھارت بنے گا -نعوذ باللہ- اس لیے وہ اپنے مردے پاکستان میں امانتاً دفن کرتے ہیں اور ان کی پوری کوشش ہے کہ ۱۹۷۳ء کا متفقہ آئین ختم ہوجائے، اسی لیے بیوروکریسی میں گھسے قادیانی یا قادیانی نواز لوگ آئے دن آئینِ پاکستان کو بے وقعت کرنے اور اس کو ختم کرنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔

اصولی طور پر تو مسلمانوں کو احتجاج کرنا چاہیے کہ جب دنیا بھر میں یہ قانون ہے کہ ہر ملک کے آئین کو ماننے والا اس ملک میں رہ کر اس ملک سے مراعات لے سکتا ہے، اور اس ملک کے آئین کو نہ ماننے والا مراعات تو دور کی بات ہے، اس ملک میں رہنے کا حق بھی کھودیتا ہے اور اس ملک میں وہ رہ نہیں سکتا، تو پھر آخر قادیانیوں کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کیوں ہے کہ وہ یہاں کی مسلم آبادی کے نوجوانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر نہ صرف یہ کہ یہاں مراعات لے رہے ہیں، بلکہ کلیدی عہدوں پر بھی ان کو براجمان کیا جاتا ہے اور دنیا بھر میں شور مچایا ہوا ہے کہ پاکستان میں ان کے حقوق مارے جارہے ہیں اور یہ کہ ان کو آئینِ پاکستان میں کافر اور غیر مسلم اقلیت کیوں کہا گیا ہے؟ اسی لیے علماء کرام ایک عرصہ سے اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتے آرہے ہیں کہ خدارا! قادیانیوں کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، ان سے کسی قسم کا لین دین نہ کیا جائے، کیونکہ قادیانی لوگ اپنی مصنوعات سے ملنے والا منافع تحریفِ قرآن، دینِ اسلام کی تخریب اور مسلمانوں کو مرتد بنانے میں صرف کرتے ہیں، جس کے وبال اور گناہ میں قادیانیوں سے لین دین کرنے والے مسلمان بھی انجانے میں شریک ہوجاتے ہیں۔

بہرحال مسلم عوام بھی ہمہ وقت بیدار رہیں، دین وایمان اور ملک وملت کی سرحدات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دین دشمنوں اور ملک دشمنوں کو خود بھی پہچانیں اور دوسروں کو بھی ان کے بارہ میں آگاہی دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی اور ہماری آنے والی نسل کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے، تمام فتنوں اور فتنہ پروروں سے اُمتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے، ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور عقیدہ ختمِ نبوت کی حفاظت کرنے اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔

انسدادِ توہینِ اہلِ بیتؓ وصحابہؓ ’’بل‘‘

پاکستان کی قومی اسمبلی نے گزشتہ دنوں ’’انسدادِ توہینِ اہلِ بیتؓ وصحابہؓ‘‘ بل پاس کیا ہے، جس میں امہات المؤمنینؓ، اہلِ بیتؓ، خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی توہین کرنے والے کی سزا جو پاکستانی آئین کی

دفعہ ۲۹۸-الف میں کم از کم تین سال قید اور معمولی جرمانہ کی سزا تھی، اسے تبدیل کرکے ''عمر قید جو دس سال سے کم نہ ہوگی'' کردی گئی ہے اور یہ بھی لکھا گیا کہ: ''یہ جرم نا قابلِ ضمانت ہوگا۔''

یہ بل چند اراکینِ اسمبلی نے اپنے دستخطوں سے ۲۰۲۰ء میں پیش کیا تھا، اس وقت کے اسپیکر قومی اسمبلی نے اسے قائمہ کمیٹی میں بھیج دیا تھا، قائمہ کمیٹی نے پورے غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد قومی اسمبلی میں واپس بھیجا ہے، جسے اب رکن قومی اسمبلی مولانا عبدالاکبر چترالی صاحب نے پیش کیا اور پوری قومی اسمبلی نے اس بل کی متفقہ منظوری دی ہے۔

اس بل کی اغراض اور وجوہ میں بتایا گیا ہے کہ جرائم کی فہرست میں بیان کردہ کچھ جرائم، امہات المؤمنینؓ، اہل بیتؓ، خلفاء راشدینؓ، اور صحابہ کرامؓ کی توہین کی نوعیت سے کم کے ہیں، مگر ان کی سزائیں مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-الف میں بیان کردہ سزاؤں سے زیادہ ہیں، مثال کے طور پر:

الف: ایک فرد جو مذہبی شعائر اور مذہبی رہنما پر تنقید کرتا ہے تو وہ دس سال قید کی سزا کا مستوجب ہوگا، جبکہ امہات المؤمنینؓ، اہلِ بیتؓ، خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی توہین کی سزا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-الف میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

ب: ایک فرد جو عام آدمی کی ہتکِ عزت کا مرتکب ہو تو وہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۵۰۰ کے تحت پانچ سال قید اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا کا مستوجب ہوگا، جبکہ امہات المؤمنینؓ، اہل بیتؓ، خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی توہین کی سزا دفعہ ۲۹۸-الف میں بہت کم رکھی گئی ہے۔

اسی طرح مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۸۱ کے تحت سزا دس سال قید ہے اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-الف میں اس سے بہت کم سزا تجویز کی گئی ہے۔

بہرحال پاکستانی قوم سمجھتی ہے کہ اس ''انسدادِ توہینِ اہلِ بیتؓ وصحابہؓ'' بل سے ان شاء اللہ! ملکی امن وامان میں بہت حد تک مدد ملے گی۔ بہت سے فسادات اور مسائل کا راستہ روکنے کا ذریعہ بنے گا۔ ادارہ بینات اس موقع پر تمام ارکانِ قومی اسمبلی، مولانا عبدالاکبر چترالی صاحب، اسپیکر قومی اسمبلی راجہ پرویز اشرف صاحب اور ڈپٹی اسپیکر جناب زاہد اکرم خان درانی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت میں اپنے شایانِ شان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ أجمعین

مکاتیب حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

مکتوب حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت المحترم مزید مجدکم!

سلامِ مسنون نیاز مقرون! آں محترم سے رخصت ہوکر بعافیت دیوبند پہنچا، الحمد للہ سب کو بعافیت پایا۔ عین روانگی کے وقت مولوی لطف اللہ صاحب (مارٹن کوارٹرز ۱/ ۱۵۸) میرے پاس آئے، اور مجھ سے جناب کے نام یہ سفارش چاہی کہ جناب کے یہاں ان کا انتظامِ تعلیم، درجۂ ابتدائی میں ہوجائے، وقت قلیل تھا، میں پورے غور سے ان کی خواہش سن بھی نہ سکا۔ جوابًا یہ عرض کردیا تھا کہ وہ خط میرے پاس بھیج دیں، اس پر کچھ لکھ سکوں گا، چنانچہ ان کا کارڈ آیا، جس میں یہی خواہش کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہاں کی تعلیم کا نظم کیا ہے؟ اور درجہ بندی کی کیا صورت اور کیا قواعد ہیں؟ تاہم ان کی خواہش پیش کرکے عارضِ خدمت ہوں کہ اگر قواعد پر کوئی اثر نہ پڑے تو ان کی آرزو پوری فرمادی جائے، فإن أعطيتَه فالله هو الـمُعطي وأنت المشكور، وإن منعتَه فالله هو المانع وأنت المعذور.

اُمید ہے کہ مزاجِ سامی بعافیت ہوگا۔ مدرسہ اور آپ کی گرامی ذات کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ آپ کی سرپرستی میں اس درس گاہ کو روز افزوں ترقیات عطا فرمائے، آمین!

حاضرینِ مجلس سے سلامِ مسنون!

محمد طیب از دیو بند
۱۷/۵/۷۸ھ

نوٹ: یہ مکتوب کارڈ پر ہے، جس پر پتہ یوں درج ہے: ’’گرامیِ خدمت محترمی مکرمی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری زید فضلُہم ۔کراچی، مسجد نیوٹاؤن، مدرسہ اسلامیہ عربیہ۔‘‘

حضرت المحترم زيدت معاليكم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مزاجِ گرامی!

ہدیۂ موقرہ شرح ترمذی شریف (معارف السنن) نورافزائے دیدہ ودل ہوا۔ اس کتاب (ترمذی) کا حقیقت یہ ہے کہ اب تک کسی نے حق ادا نہیں کیا تھا، یہ سعادت من اللہ آپ کے لیے مقدّر تھی، کتاب کا حقِ علمی ہے۔ علوم حضرت الاستاذ قدّس سرّہٗ کا جو ذخیرہ آپ نے ان مقدس اوراق میں محفوظ فرما دیا ہے، وہ بجائے خود ایک مستقل احسان ہے، جو اہلِ علم پر آپ نے فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے علوم ومراتب میں اور زیادہ ترقیات ارزانی فرمائے۔ باقی ماندہ مجلدات میں بھی امید ہے کہ اسی طرح یاد رکھا جائے گا۔

دارالعلوم میں جو جلد داخل کی گئی ہے، اس کی بھی باضابطہ رسید ارسال ہے۔ پُرسانِ حال حضرات کی خدمات میں سلامِ مسنون عرض ہے۔ بچہ (محمد بنوری) سلمہ کو دعاء۔ دعاؤں کا محتاج اور مستدعی ہوں۔ مسلکِ علمائے دیوبند کے سلسلہ میں رائے گرامی پہنچ گئی ہے، ان شاء اللہ! تبییض کے وقت پیشِ نظر رہے گی۔

محمد طیب از دیو بند
۲/۱۴/۸۴ھ، پنج شنبہ

محترمی اخوی حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب زید فضلُہم!

سلامِ مسنون نیاز مقرون! خدا کرے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہو، اور باحسن احوال ملاقات

نصیب ہو جائے۔ پاکستان کی عالمی سیرت کانفرنس کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا، اور احقر نے اثبات میں جواب دے دیا ہے کہ ان شاء اللہ حاضر ہوں گا، اگر پاسپورٹ بن گیا اور ویزہ مل گیا۔ ویزہ کے بارے میں تاخیر بظاہر نہیں ہوگی، پاسپورٹ کی بات ہے، اس کی درخواست کیے ہوئے ایک ماہ کے قریب ہو چکا ہے، خدا کرے کہ جلد آ جائے، اور دوستوں، بزرگوں اور عزیزوں سے شرفِ نیاز حاصل ہو۔

ایک ضروری بات یہ عرض کرنی ہے کہ میرا پوتا محمد سفیان سلّمہ [۱] ابن عزیز محمد سالم سلّمہ الحمد للہ اس سال دورہ حدیث سے فارغ ہو چکا ہے، اس کا شوق ہے کہ جامعہ مدینہ (زادھا اللہ شرفًا) [۲] میں داخلہ ہو جائے، درخواست اور متعلقہ کاغذات وتصدیقات سب بھیج چکا ہے، لیکن سننے میں آ رہا ہے کہ ہندوستانی طلبہ کا کوٹہ پورا ہو چکا ہے، یہ معلوم ہو کر اس کے دل میں بڑی افسردگی پیدا ہوئی اور انتہائی غمگین ہوا۔ اگر اس سلسلہ میں وہاں کسی مؤثر شخصیت کو تحریر فرمائیں، جیسے شیخ بن باز، اور وہ غیر معمولی توجہ سے اس سال حاضری کا موقع عنایت فرما دیں تو اس کے لیے اور ہم سب کے لیے غیر معمولی خوشی اور مسرت کا باعث ہوگا، اور بچہ کی اُبھرتی امید سے وہ بھی شگفتہ ہو جائے گا۔ بہرحال اس حالت میں یہ استثنائی صورت ہوگی، میں نہیں کہہ سکتا کہ ''ما من عامٍ إلا وقد خُصّ عنك البعضُ'' کا اصول وہاں ہے یا نہیں؟ ہے تو اسے بروئے کار لانے والی کونسی شخصیت ہو سکتی ہے؟ اسے آپ ہی بہتر جان سکتے ہیں۔ بچہ آپ کا ہے، آپ جو مناسب سمجھیں عمل درآمد فرمائیں۔ یہاں سب خیریت ہے، بچوں کو دعاء۔

والسلام

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۵/۲/۹۶ھ

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

---

(۱) حال مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف) انڈیا۔

(۲) الجامعة الإسلامية معروف بہ مدینہ یونیورسٹی، مدینہ منورہ۔

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ

اور علمِ کلام میں اُن کی تجدیدی خدمات

ڈاکٹر فہد انوار
اسلام آباد

امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کے گرامی ناموں میں شریعت وتصوف کے نہایت قیمتی موتی پروئے ہوئے ہیں۔ اسرارِ شریعت اور رموزِ تصوف کی عقدہ کشائیاں جن اصحابِ دعوت کے ذریعے کرائی گئیں، ان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام اور کام نہایت نمایاں ہے۔ آپ ہی کے سلسلہ کے خوشہ چین حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''حجة الله البالغة'' تصنیف کر کے دین کے اس شعبے کی وقیع خدمت سرانجام دی ہے۔ ''مکتوباتِ امام ربانی'' میں جابجا اسلامی مباحث تفصیل یا اجمال کے ساتھ موجود ہیں۔ جس قاری نے بنیادی کلامی مباحث کو پڑھا ہو، وہ بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ حضرت مجدد صاحبؒ کن مسائل کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔ بسااوقات حضرت مجدد صاحبؒ کی تحریر سے متکلمین کے درمیان کسی اختلافی مسئلہ میں قولِ فیصل پر روشنی پڑ جاتی ہے۔ مکتوبات میں متکلمین اور مناطقہ کی خصوصی اصطلاحات بھی موجود ہیں، اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت مجدد صاحبؒ کشفِ صحیح اور علومِ عقلیہ ونقلیہ کے امتزاج سے ایک نتیجہ نکال کر دے رہے ہیں۔ حضرت مجدد صاحبؒ جیسے دوٹوک انداز میں اپنے نقشبندی اور حنفی ہونے کا اظہار کرتے ہیں، اسی طرح عقیدہ میں امام المتکلمین امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے آپ کو انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ رقم طراز ہیں:

> ''میری رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے۔ واقعی ان بزرگوں کی شان بہ سبب پیرویِ سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نہایت عظیم ہے۔ ان کے مخالفوں کو فلسفی مسائل میں مشغول ہونے کے سبب وہ شان حاصل نہیں، گو دونوں فریق اہلِ حق ہیں۔''

(مکتوباتِ امامِ ربّانی، ص:۶۹۷، ج:۲، مترجم: مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ، اسلامی کتب خانہ)

علمِ کلام اور عقائدِ اسلامیہ کے ساتھ حضرت مجدد صاحب کے تعلقِ خاص کی بشارت انہیں ابتدائے سلوک میں دی گئی تھی، چنانچہ ایک جگہ رقمطراز ہیں:

’’مجھے توسطِ حال ایک رات جناب پیغمبرِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ: تم علمِ کلام کے ایک مجتہد ہو۔‘‘ (ایضا)

اسی بشارت وقبولیت کا اثر ہے کہ حضرت مجدد صاحبؒ جیسے بعد والوں کے لیے تصوف وسلوک کے امام ہیں، ایسے ہی عقائد میں بھی مقتدا ہیں۔ دار العلوم دیوبند کو برِصغیر کی تاریخ میں عقائد کی تطہیر اور صحیح اسلامی فکر واعمال کی ترویج میں امتیازی شان حاصل ہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء دیوبند کے دینی مزاج کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اس مقالہ میں علمائے دیوبند سے صرف وہ حلقہ مراد نہیں ہے جو دار العلوم دیوبند میں تعلیم وتدریس یا افتاء وقضاء یا تبلیغ وموعظت یا تصنیف وتالیف وغیرہ کے سلسلہ سے مقیم ہے، بلکہ وہ تمام علماء مراد ہیں جن کا ذہن وفکر حضرتِ اقدس مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی کے فکر ونظر سے چل کر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت سے جڑا ہوا ہو۔‘‘ (علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص۲۶، ادارہ اسلامیات)

حضرت مجدد صاحب اپنے مکتوبات میں جا بجا عقائد کی درستگی پر زور دیتے ہیں، بلکہ اسے راہِ سلوک میں پہلا قدم قرار دیتے ہیں، اس کے لیے ان کے نزدیک اہلِ سنت والجماعت کے عقائد معیار ہیں اور ان کو اپنانا از حد ضروری ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

’’جو کچھ ضروری ہے، یہ ہے کہ اول فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔‘‘ (ج:۱، ص:۲۹۲، مکتوب:۹۴)

اہلِ سنت والجماعت کے ضروری عقائد کو آپ نے لکھ بھی دیا ہے، تاکہ اس زمانے میں کسی کو شک وشبہ نہ رہے اور انہیں اپنایا جاسکے۔ اجمالی طور پر اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کی ترغیب دینے اور بیان کرنے کے علاوہ آپ نے تفصیل کے ساتھ بعض عقائد کو الگ الگ بیان فرمایا ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کا ادراک ہمارے لیے ممکن نہیں، آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کا صحیح ادراک یہی ہے کہ وہ اس کے پانے سے بے بسی کا اظہار کردے، جیسا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب ہے: ’’العجز عن درك إدراك الذات إدراك‘‘… ’’ذات کو پانے سے عاجز ہوجانا ہی پالینا ہے۔‘‘ گویا کہ آدمی کا اس بات کا سمجھ لینا کہ وہ ذاتِ عالی سمجھ میں نہیں آسکتی، یہی اس کی معرفت ہے:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

البتہ اللہ پاک نے قرآن میں اپنی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے، تاکہ اس کے بندے اس کے بارے میں کچھ جان سکیں، مثلاً: ’’اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ‘‘ … ’’اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ‘‘ … ’’اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُوْ انْتِقَامٍ‘‘ … ’’اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ‘‘

متکلمین نے ان صفات کی مختلف انداز سے تقسیم بھی کی ہے، مثلاً:

صفاتِ سلبیہ: اللہ تعالیٰ کی ذات سے کسی چیز کی نفی کرنا، جیسے: لا جسم لہٗ .

صفاتِ ثبوتیہ: اللہ تعالیٰ کے لیے کسی صفت کو ثابت کرنا، جیسے: ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ.

پھر ایک بحث یہ کی جاتی ہے کہ صفات اللہ تعالیٰ کا عین ہیں، یعنی ذات ہیں یا اللہ تعالیٰ کا غیر؟

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ایسی ہیں جن میں مخلوق کے تعلق سے اس کی ضد بھی ہوتی ہے، جبکہ بعض میں ضد نہیں ہوتی۔ حضرت مجدد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی صفات اعتبار رکھتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

’’اعتبارِ اول یہ ہے کہ فی حدِ ذاتہا ثابت ہیں اور اعتبارِ دوم یہ ہے کہ واجب تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قیام رکھتی ہیں۔ اعتبارِ اول کے لحاظ سے عالم کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں اور تعینات کے مبادی ہیں اور اعتبارِ دوم کے رو سے عالم سے مستغنی ہیں اور عالم اور اہلِ عالم کے ساتھ کسی قسم کی توجہ نہیں رکھتیں۔‘‘ (ج:۲،ص:۳۸،مکتوب:۵)

متکلمین کے نزدیک بعض صفاتِ باری تعالیٰ امہات الصفات کہلاتی ہیں۔ یہ کتنی صفات ہیں؟ اور کون کون سی ہیں؟ ان میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے درمیان معمولی اختلاف ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک امہات الصفات سات ہیں:

❶-حیات ❷-علم ❸-ارادہ ❹-قدرت
❺-سمع ❻-بصر ❼-کلام

ماتریدیہ ایک آٹھویں صفت ’’تکوین‘‘ کو بھی ان میں شامل کرتے ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک صفات آٹھ ہوگئیں۔ اب حضرت مجدد صاحبؒ ماتریدیہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’واجب الوجود کی صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ جن میں سے اول صفت الحیاۃ ہے اور اخیر کی صفت تکوین ہے، تین قسم ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم کے ساتھ غالب اور اس کی اضافت و نسبت مخلوق کی طرف زیادہ تر ہے، جیسا کہ تکوین۔ یہی باعث ہے کہ اہلِ سنت والجماعت میں سے ایک جماعت نے اس کے وجود کا انکار کیا اور کہا ہے کہ تکوین صفاتِ اضافیہ میں سے ہے اور حق یہی ہے کہ وہ

صفاتِ حقیقیہ میں سے ہے۔ صرف اضافت اس پر غالب ہے۔‘‘ (ج:۱،ص:۷۸۲، مکتوب:۲۹۴)

تقدیر

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا کہ اچھی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسلام کے معتبر ہونے کی شرط ہے۔ دوسری طرف تقدیر ایک پیچیدہ مسئلہ ہے، اس لیے اس میں غور وخوض سے روک دیا گیا ہے۔ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اس علمِ ازلی کا نام ہے جس میں مخلوق کے متعلق تمام امور لکھے جا چکے ہیں، تاہم اہلِ حق کے نزدیک تقدیر کا عقیدہ انسان کو مجبورِ محض نہیں بناتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی اور برائی کے اختیار کرنے کی طاقت دی ہے، اس کو استعمال کر کے آدمی جنت یا جہنم کی طرف چلے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہے اور اسی کے مطابق لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔

تقدیر میں لکھے جانے کے باوجود بعض چیزیں ایسی ہیں جو کم وبیش بھی ہوتی رہتی ہیں، مثلاً: دعا اور صدقہ کے ذریعے بلا کا نازل ہونے سے پہلے دور ہوجانا، صلہ رحمی سے روزی میں برکت، گناہ سے روزی سے محروم ہوجانا، وغیرہ۔ اس کی توجیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں یوں کرتے ہیں:

> ’’قضاء دو قسم پر ہے: (۱) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم
>
> قضائے معلق میں تغیر وتبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر وتبدل کی مجال نہیں ہے۔
>
> محض فضل وکرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے: ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوحِ محفوظ میں ظاہر کیا گیا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوحِ محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔‘‘

(ج:۱،ص:۷۱۴، مکتوب:۲۱۷)

یوں تو حضرت مجدد صاحبؒ مختلف جگہوں پر سب سے پہلے عقائد کی درستگی، پھر احکامِ فقہیّہ کی تحصیل اور سلوک کی طرف متوجہ ہونے کی تلقین کرتے ہیں، تاہم ایک مکتوب جو اپنے پیرزادوں کے نام لکھا ہے، اس میں اس کی تفصیل فرماتے ہوئے اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کو کھولا ہے۔ اگر اس مکتوب کو اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کی چیک لسٹ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس میں حضرت مجددؒ نے تقریباً تمام ضروری عقائد اجمال کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اس طویل مکتوب کے عقائد سے متعلق اہم نکات حسب ذیل ہیں:

’’① - اللہ تعالیٰ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں۔

② - اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال اس کی ذات کی طرح بے چون اور بے چگون ہیں (یعنی اس کی ذات کیسے اور کیونکر سے بالا ہے) کوئی اس کے مانند نہیں ہے۔

③ - حق تعالیٰ کے افعال کے آثار مخلوق کے تعلق کے اعتبار سے حادث ہیں، لیکن حق تعالیٰ کے افعال اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں جو قدیم ہے۔

④ - اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔

⑤ - حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب ومعیت رکھتا ہے، لیکن اس قرب اور احاطہ اور معیت کی کیفیت ہم نہیں جانتے ہیں۔

⑥ - حق تعالیٰ قادرِ مختار ہے۔

⑦ - اسباب کی تاثیر کا انکار ہٹ دھرمی ہے، تاہم ان کی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ کی ایجاد سمجھنا چاہیے۔

⑧ - حق تعالیٰ خیر وشر کا پیدا کرنے والا ہے، لیکن خیر سے راضی ہوتا ہے اور شر سے راضی نہیں ہوتا۔

⑨ - آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالیٰ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔

⑩ - انبیاء (علیہم السلام) کا مبعوث ہونا رحمت ہے، ان کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات میں فرق نہیں ہوسکتا ہے۔

۱۱: قبر کا عذاب کافروں اور بعض گنہگاروں کا مومنوں کے لیے حق ہے۔''

(ج:۱،ص:۶۰۸ تا ۶۴۹، مکتوب:۲۶۶)

اسلامی فرقوں میں معتزلہ آخرت میں رویتِ باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ معتزلہ کے مشہور مفسر جار اللہ زمخشری جن کی تفسیر ''کشاف'' بلاغتِ قرآنی میں ممتاز ہے، اسی مسئلہ رویت کے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''لأنه متعال أن يكون مبصراً في ذاته.'' (کشاف، ج:۲، ص:۵۴، دار الکتب العربی، بیروت)

''اس لیے کہ اللہ جل جلالہ اس بات سے بلند ہے کہ اس کی ذات کو دیکھا جا سکے۔''

اسی لیے متکلمین نے اپنی کتب میں مسئلہ رویتِ باری تعالیٰ کو اہتمام سے ذکر کیا۔ حضرت مجدد صاحبؒ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: اہلِ فلاسفہ زمینوں اور آسمانوں کے نیست و نابود ہونے کو نہیں مانتے ہیں۔ فلاسفہ کا رد کرتے ہوئے حضرت مجدد صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اہلِ فلسفہ آسمانوں اور زمینوں کے نیست ونابود ہونے کو نہیں مانتے۔ یہ لوگ نصوصِ قطعی کے منکر

ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے اجماع کا انکار کرتے ہیں۔‘‘

(ج:۱،ص:۶۰۸ تا ۶۴۹،مکتوب:۲۶۶)

جن مسائلِ کلامیہ میں اگر علماء اور صوفیاء کے درمیان کچھ جزوی اختلافات محسوس ہوتے ہیں تو ان میں حضرت مجددؒ علماء کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ جس میں صوفیاء وعلماء کا باہم اختلاف ہے، جب اچھی طرح ملاحظہ کیا جاتا ہے تو حق بجانب علماء معلوم ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیاء کی نظر ولایت کے کمالات، اس کے معارف تک ہی محدود ہے۔‘‘ (ایضاً،ص:۶۳۲)

ایمان کم یا زیادہ ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ فقہاء اور محدثین کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ احناف کے ہاں ایمان کم یا زیادہ ہوتا ہے، لیکن یہ کمی نفسِ ایمان میں نہیں ہوتی، بلکہ نورِ ایمان میں ہوتی ہے۔ اس حوالے سے حضرت مجدد صاحبؒ لکھتے ہیں:

’’پس زیادت اور نقصانِ اعمال کے اعتبار سے اور اعمالِ صالحہ کا بجالانا اس یقین کے روشن ہونے میں ثابت ہوئی نہ کہ نفسِ یقین میں۔‘‘ (ایضاً،ص:۶۳۷)

اس مکتوب میں شیخینؓ کی فضیلت اور پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق بھی تحریر فرمایا ہے۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائدِ نسفیہ میں حضرت عثمانؓ کی حضرت علیؓ پر افضلیت میں تردُّد کیا ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ علامہ تفتازانی کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’جو کچھ مولانا سعدالدین نے شرح عقائدِ نسفی میں اس افضلیت کے حق میں انصاف سمجھا ہے، وہ انصاف سے دور ہے۔‘‘ (ایضاً،ص:۶۴۱)

مشاجراتِ صحابہؓ کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں کہ:

’’جو کچھ صحابہؓ کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں، ان کو نیک توجیہ پر محمول کرنا چاہیے اور ہویٰ وتعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔‘‘ (ایضاً،ص:۶۴۲)

آیاتِ متشابہات اور محکمات کے حوالے سے بھی آپ نے بحث فرمائی ہے۔ آپ کے مطابق محکمات کتاب کی امہات (اصل) ہیں اور متشابہات میں ان محکمات کے نتائج اور ثمرات ہیں۔ کتاب کا لب یعنی مغز متشابہات ہیں اور محکمات اس کا قشر یعنی پوست ہیں۔ عالمِ راسخ وہ شیخ ہے جو لب یعنی مغز کو قشر یعنی پوست کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔ (ج:۱،ص:۲۶۹،مکتوب:۲۷۶)

ہدایت و کج روی

محکم اور متشابہ آیات کی روشنی میں

مولانا محمد عرفان الخیری
قائد آباد، خوشاب

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔‘‘ (سورۃ آل عمران: ۷-۸)

ترجمہ: ’’وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہِ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں۔ سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس کا (غلط) مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے، حالانکہ ان کا (صحیح) مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا۔ جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور فہیم) ہیں، وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں (یہ) سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہلِ عقل ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمایئے۔ بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔‘‘ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآنیہ کی دوقسمیں بیان فرمائی ہیں: ۱- محکمات۔ ۲- متشابہات، اور پھر ان ہر دو قسم کی آیات کے ساتھ طرزِ عمل کے اعتبار سے لوگوں کی بھی دوقسمیں بیان فرمائی ہیں: ۱- اہلِ زیغ، ٹیڑھ والے، جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن ہے۔ ۲- اہلِ ہدایت، راسخین فی العلم، علم میں رسوخ اور پختگی رکھنے والے، ہدایت یافتہ۔

اس مضمون میں انہی آیاتِ مبارکہ کی تفسیر وتشریح کے طور پر درج ذیل امور بالترتیب بیان کیے جائیں گے: ۱- محکمات کا معنی اور ان کا حکم۔ ۲- متشابہات کا معنی اور ان کا حکم۔ ۳- اہلِ زیغ کا طرزِ عمل۔ ۴- اہلِ ہدایت اور راسخین فی العلم کا طرزِ عمل۔ ۵- اہلِ زیغ کے متعلق نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کو ہدایت۔ یہ بات بہت اہم ہے۔ ۶- حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے ایک گمراہ فرقے کا تذکرہ، جس کو خود نبی کریم ﷺ نے اہلِ زیغ میں سے قرار دیا۔ ۷- مسلمان بھائیوں سے دردمندانہ اپیل۔

اس اجمال کے بعد اب تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

امرِ اول: محکمات کا معنی اور ان کا حکم

محکمات پختہ اور مضبوط چیزوں کو کہتے ہیں۔ اور آیاتِ محکمات وہ آیات ہیں جن میں درج ذیل صفات پائی جائیں: ''۱- ان کا معنی ایسا ظاہر و بین ہو کہ عربی قواعد جاننے والا بآسانی سمجھ لے۔ ۲- وہ معنی متفق علیہ ہو، یعنی اس میں علماء کا اختلاف نہ ہو۔ ۳- عقل کے موافق ہو۔ ۴- ان آیات کی مراد معلوم ومتعین ہو۔'' (تفسیر عثمانی، معارف القرآن، جواہر القرآن بحوالہ المعتصر من مختصر مشکل الآثار للطحاوی)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے محکمات ان آیات کو قرار دیا ہے جو منسوخ نہ ہوئی ہوں، ان میں حلال وحرام اور حدود وفرائض کا بیان ہو، اور وہ مامور بہا ومعمول بہا ہوں، یعنی ان پر عمل کرنے کا حکم ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی وہ تمام آیات جن میں ایمانیات وعقائد، حلال وحرام اور حدود وفرائض سیدھے سادے دوٹوک انداز میں بیان کیے گئے ہیں، وہی سب آیاتِ محکمات ہیں اور مذکورہ بالا چار صفات کی حامل ہیں۔ محکمات کا حکم یہ ہے کہ ان کی تصدیق کرنا اور ان پر عمل کرنا فرض وواجب ہے۔

امرِ دوم: متشابہات کا معنی اور ان کا حکم

''متشابہ'' ملتی جلتی اور مشتبہ چیز کو کہتے ہیں۔ آیاتِ متشابہات وہ آیات ہیں جن میں درج ذیل صفات پائی جائیں: ۱- عربی قواعد کا علم رکھنے پر ان کی تفسیر اور معانی ظاہر نہ ہوں۔ ۲- ان کی تاویل ومعنی

میں اختلاف ہو، یعنی مختلف فیہ ہو۔ ۳- ان کا ظاہر سمجھ سے بالاتر ہو یعنی عقل کے موافق نہ ہو۔ ۴: ان کی مراد یا تو سرے سے معلوم ہی نہ ہو یا متعین نہ ہو، یعنی اس میں کچھ اشتباہ والتباس واقع ہو جائے۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن، جواہر القرآن بحوالہ المعتصر من مختصر مشکل الآثار للطحاوی)

اس تفصیل کی روشنی میں تین قسم کی آیات، آیاتِ متشابہات میں داخل ہوں گی: ۱- حروفِ مقطعات جیسے الٓمٓ، حٰمٓ، یٰسٓ وغیرہ جو سورتوں کے شروع میں واقع ہوئے ہیں، ان حروف کے معانی ہی سرے سے معلوم نہیں ہیں۔ ۲- وہ آیات والفاظ جن کا لفظی معنی تو معلوم ہوسکتا ہے، لیکن ان کی مراد معلوم ومتعین نہیں، جیسے ید اللہ، وجہ اللہ وغیرہ کے الفاظ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کلمۃ اللہ وروح اللہ وغیرہ کے الفاظ۔ ۳: وہ آیات جن کی تاویل میں علماء حق، علماء ربانیین کا اختلاف ہو جائے، کیونکہ اختلاف کے بعد ان کی بھی مراد متعین نہ رہی، بلکہ مشتبہ ہوگئی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ صرف علماء ربانیین کا اختلاف مراد ہے جن کا علم وعمل اور تقویٰ ودیانت عامۃ المسلمین کے نزدیک مسلم ہوتا ہے۔ ہر ایرے غیرے کا اختلاف معتبر نہیں، کیونکہ وہ تو محکمات میں بھی اختلاف کرسکتا ہے۔ ان تین قسموں کے علاوہ ایک چوتھی صورت یہ بھی ہے کہ کسی محکم آیت کو ایسا معنی پہنایا جائے جو اسلاف کے بیان کردہ معنی کے سراسر خلاف ہو۔ ایسا شخص بھی متشابہات کے پیچھے پڑنے والے اہلِ زیغ میں داخل ہوگا۔ آیاتِ متشابہات کا حکم یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے کہ یہ سب اللہ کا کلام ہے، اور ان کی مراد اللہ تعالیٰ کے سپرد کردی جائے، اس میں بحث ومباحثہ یا گفتگو نہ کی جائے، یا پھر ان کی ایسی مراد بیان کی جائے جو محکمات کے خلاف نہ ہو، جیسا کہ متاخرین تاویل کرتے ہیں۔

امرِ سوم: اہلِ زیغ کا طرزِ عمل

زیغ سے دل کی کجی، حق سے روگردانی اور خواہشِ نفس کی طرف میلان مراد ہے۔ (تفسیر ابوالسعود بحوالہ جواہر القرآن) لہٰذا اہلِ زیغ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب میں اس قسم کی باتیں موجود ہوں، قرآن کریم نے اس قسم کے لوگوں کا طرزِ عمل واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ: ''وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور ان کے اصل مفہوم کی کھود کرید میں لگ جاتے ہیں، جس سے ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ شر وفساد پھیلا کر مسلمانوں کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیدا کریں اور مختلف طریقوں سے انہیں گمراہ کریں، حالانکہ متشابہات کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔'' (تفسیر جواہر القرآن)

خلاصہ یہ کہ اپنی درس گاہوں اور اکیڈمیوں میں اور اپنے جلسوں اور تقریروں میں اہلِ زیغ کی گفتگو کا موضوع صرف اور صرف آیاتِ متشابہات اور ان میں بیان کردہ امور ہوتے ہیں اور عموماً یہ سب کچھ

خدمتِ دین وخدمتِ اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس راسخین فی العلم کے برخلاف بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ محکمات سے آنکھیں بند کرکے متشابہات کی کھوج میں لگے رہتے ہیں، اور ان سے اپنی خواہش کے مطابق معانی نکال کر لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے۔'' (تفسیر معارف القرآن)

یہ وعید آگے امرِ پنجم میں آرہی ہے۔ اور تفسیر عثمانی میں ہے:

> ''اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کرکے متشابہات کو لے دوڑے، اور اس کے وہ معنی چھوڑ کر جو محکمات کے موافق ہوں، ایسے سطحی معنی لینے لگے جو کتاب کی عام تصریحات اور متواتر بیانات کے منافی ہوں، یہ کج روی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہوگی؟ بعض قاسی القلب تو چاہتے ہیں کہ اس طرح مغالطہ دے کر لوگوں کو گمراہی میں پھنسا دیں، اور بعض کمزور عقیدہ والے ڈھلمل یقین ایسے متشابہات سے اپنی رائے اور ہوا کے مطابق کھینچ تان کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کا صحیح مطلب صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔'' (تفسیر عثمانی)

اس تفصیل سے اہلِ زیغ کا طرزِ عمل خوب اچھے طریقے سے معلوم ہوگیا کہ قرآن وسنت کی سادہ اور بنیادی تعلیمات کو چھوڑ کر اختلافی مسائل کو اور مشتبہ امور کو عوام الناس میں پھیلاتے ہیں، تاکہ لوگوں میں فتنہ یعنی شر وفساد کا بازار گرم رہے اور امت اختلاف وانتشار کا شکار رہے۔

امرِ چہارم: اہلِ ہدایت، راسخین فی العلم کا طرزِ عمل

جن کے دلوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کج روی سے بچا کر ہدایت عطا فرمادی ہے اور جنہیں خود قرآن کریم نے ''راسخین فی العلم'' کے معزز لقب سے ذکر فرمایا ہے، ان کا طرزِ عمل بھی قرآن کریم نے واضح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے کہ وہ متشابہات کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتے ہوئے ان پر ایمان لاتے ہیں، ان کے پیچھے نہیں پڑتے، بلکہ ان کو محکمات کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر محکمات کی روشنی میں ان کا کوئی مفہوم ان کی سمجھ میں آجائے تو محکمات کی طرح ان پر بھی عمل کرلیتے ہیں، ورنہ خاموش ہوجاتے ہیں اور صرف ایمان بالمتشابہات پر اکتفاء کرتے ہیں اور ظن وتخمین سے ان کا کوئی مفہوم متعین کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ (تفسیر جواہر القرآن)

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ ''راسخین فی العلم'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''راجح قول یہ ہے کہ ان سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ ہیں، جو قرآن وسنت کی اس تعبیر وتشریح کو

صحیح سمجھتے ہیں، جو صحابہ کرامؓ، سلف صالحین اور اجماعِ امت سے منقول ہو، اور قرآنی تعلیمات کا محور و مرکز محکمات کو مانتے ہیں، ان کی طبیعتیں فتنہ پسند نہیں ہوتیں کہ متشابہات ہی کے پیچھے لگی رہیں۔'' (تفسیر معارف القرآن)

اس تفصیل سے اہلِ ہدایت، راسخین فی العلم کا عمل بھی وضاحت کے ساتھ معلوم ہو گیا۔

دو مزید اشارات

اس آیتِ کریمہ میں دو مزید اشارے بھی توجہ کے قابل ہیں: ۱- علم کے ساتھ یہاں رسوخ بھی ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرآن وسنت کا صرف علم کافی نہیں، بلکہ اس میں رسوخ بھی ضروری ہے۔ نیز علم بغیر رسوخ کے تو بڑے بڑے پروفیسروں اور اسکالروں کے پاس بھی ہوتا ہے۔

۲- اس آیتِ کریمہ میں دوسرا اشارہ یہ ہے کہ متشابہات کے پیچھے اپنی توانائیاں صرف کرنے والے اہلِ زیغ، علماءِ دین میں شمار کیے جانے کے ہرگز لائق نہیں، چاہے لوگ ان کو کتنا بڑا علامہ اور محقق کیوں نہ مانتے ہوں، کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ہدایت، راسخین کا ذکر فرماتے ہوئے تو علم کا ذکر کیا، لیکن ان سے پہلے اہلِ زیغ کے ذکر میں علم کے لفظ کا اشارہ تک نہیں دیا، بلکہ اسم موصول سے ان کا ذکر کیا، اور علمِ معانی کے مطابق مسند الیہ کو معرفہ بصورت اسم موصول لانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ مسند الیہ کے نام کی تصریح متکلم کے نزدیک قبیح ہو، پس اہلِ علم میں شمار ہونا تو دور کی بات، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلِ زیغ کے ناموں کا تذکرہ بھی پسندیدہ نہیں۔

امرِ پنجم: اہلِ زیغ کے بارے میں امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت

اہلِ زیغ چونکہ انتہائی خطرناک ہیں، دین اور خیر کے لبادے میں شر و فساد پھیلاتے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہی اپنی امت کو ان کے متعلق خبردار کر دیا، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی ''کتاب القدر'' میں اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داود کی ''السنة'' میں، تینوں حضرات نے قعنبی کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: ''جب ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں، پس یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے (اس آیت میں) ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ان سے بچو۔'' (تفسیر ابن کثیر) حدیث کے آخری لفظ ہیں ''فاحذروهم'' یہی وہ اہم ترین ہدایت ہے جو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ زیغ کے متعلق اپنی امت کو ارشاد فرمائی۔ اس حدیث کی روشنی میں کسی بھی ایسے شخص کی مجلس میں بیٹھنا، اس کی اکیڈمی اور درس گاہ میں

داخلہ لینا، اس کے بیان وتقریر کو سننا اور اس کے جلسے میں شرکت کرنا ہرگز جائز نہیں، جو اہلِ زیغ میں سے ہو۔

امرِ ششم: دورِ صحابہؓ

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں ایک فرقہ پیدا ہوا جن کو ''خوارج'' کہا جاتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی قوت بہت بڑھ گئی تھی، چنانچہ نہروان کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ کرکے ان کا خاتمہ کردیا۔ بعد میں انہی کے بچے کھچے لوگوں میں سے کئی مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور آج تک انہی کے اصول پر مسلمانوں میں گمراہ فرقے پیدا ہوتے چلے آئے ہیں، لہٰذا یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس فرقہ کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟ اور ان کا طرزِ عمل کیا ہے؟ تاکہ اس کی روشنی میں موجودہ دور کے اہلِ زیغ کو پہچانا جاسکے، چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی واقع ہونے والی بدعت خارجیوں کا فتنہ تھا اور ان کی ابتدا کا سبب دنیا کی محبت بنی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ غزوۂ حنین کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں تو خارجیوں نے اپنی فاسد عقلوں میں یہ خیال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم میں عدل وانصاف نہیں فرمایا۔ (العیاذ باللہ) چنانچہ ان کے ایک شخص ذوالخویصرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گستاخانہ جملہ بولا کہ: ''عدل کیجئے، کیونکہ آپ نے عدل نہیں کیا۔'' (العیاذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''اگر میں نے انصاف نہ کیا تو میں خسارہ اٹھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ تو اہلِ زمین کے متعلق مجھ پر اعتبار کرتا ہے (کہ نبی بناکر بھیجا) اور تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔ (افسوس!)'' جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو! اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی، ان کی نمازوں کے ساتھ تم اپنی نمازوں کو، روزوں کے ساتھ اپنے روزوں کو اور ان کی تلاوت کے ساتھ اپنی تلاوت کو حقیر جانو گے (لیکن ان عبادات کے باوجود) وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پس جہاں بھی ان کو پاؤ، ان کو قتل کردو، کیونکہ ان کو قتل کرنے میں قاتل کے لیے اجر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) یہ ہے اس فرقے کی ابتدا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرنے سے اپنی زبانوں کو نہ روک سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہلِ زیغ سے متعلق سورۂ آلِ عمران کی اس آیت کا مصداق قرار دیا۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ'' کے متعلق فرمایا کہ: یہ خوارج ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر) اس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کا فرقہ بھی اہلِ زیغ میں داخل ہے اور گزشتہ حدیث سے اہلِ زیغ کا ایک بڑا طرزِ عمل معلوم ہوا کہ وہ اہلِ حق علماء ربانیین پر اعتراض وتنقید کرتے ہیں، حتیٰ کہ اس دور کے اہلِ زیغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض سے باز نہ آئے، چنانچہ اس حدیث کی روشنی میں اہلِ زیغ کو پہچاننا بڑا آسان ہے۔ سوشل میڈیا اور ٹی وی چینلوں پر پھیلے ہوئے اہلِ زیغ ہوں یا عوامی جلسوں میں دین کے نام

پر تقریر کر کے سادہ لوح عوام کو مغالطہ دینے والے اہلِ زیغ ہوں، ان کی کوئی گفتگو موجودہ وگزشتہ علماء ربانیین پر اعتراض ونکتہ چینی سے خالی نہیں ہوتی۔ ان کے سامعین عملاً اسلامی زندگی سے دور ہوتے ہیں، لیکن شب وروز اہل اللہ وعلماء حق پر تبصروں وتنقیدوں میں مصروف رہتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے، آمین)۔

امرِ ہفتم: مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل

یہ مضمون بفضلہٖ تعالیٰ انتہائی دلسوزی اور خیرخواہی کے جذبے سے تحریر کیا گیا ہے، آج جس دور میں ہم جی رہے ہیں اہلِ زیغ کی ہر سطح پر بھرمار ہے، تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے لوگوں کو مختلف میڈیا ہاؤسز میں چھپے اہلِ زیغ گمراہ کر رہے ہیں اور سادہ لوح دیہاتیوں کو عوامی جلسوں میں تقریریں کرنے والے اہلِ زیغ گمراہ کر رہے ہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اہلِ زیغ کے فتنوں کا شکار یہ لوگ متشابہات اور غیرضروری اختلافی مسائل کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، ان کی بیٹھکوں اور مسجدوں میں ان پر مباحثے گرم رہتے ہیں، لیکن ایمانیات اور حدود وفرائض کے بالکل بنیادی مسائل سے بھی لاعلم ہوتے ہیں، اس لیے دردمندانہ اپیل ہے، خدارا سوچئے! ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ ہمیں کس طرف لے جایا جا رہا ہے؟ امرِ پنجم میں مذکور نبی کریم ﷺ کی وہ اہم ہدایت ہر وقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ متشابہات کے پیچھے پڑنے والوں سے دور رہو، اس لیے صرف اور صرف علماء ربانیین کے بیانات سنے جائیں، صرف انہی کی کتابیں پڑھی جائیں، صرف انہی کی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کی جائے اور صرف انہی کی مجالس اور جلسوں میں شرکت کی جائے جو متشابہات کے علم کو اللہ کے سپرد کر کے صرف محکمات پر اکتفا کیے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس دور میں بھی علماء ربانیین کی کوئی کمی نہیں ہے۔

مسلمان بھائیو! حق وہدایت کے راستے پر کاربند رہنے کے لیے راسخین فی العلم، علماء ربانیین کا دامن تھامے رہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سورۂ آل عمران کی آیت ۸ میں مذکور دعا ''رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا'' کا بھی ہر وقت اہتمام کیا جائے، اس دعا کی ماقبل کے ساتھ مناسبت ہے کہ اہلِ زیغ کی فتنہ پردازیوں کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے زیغ سے بچنے کی دعا خود تلقین فرمائی۔ بحث ومباحثہ سے گریز کر کے انابت اور طلبِ حق کی نیت سے یہ دعا مانگی جائے تو ان شاء اللہ! اس کے اثرات ضرور ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے، وما علینا إلا البلاغ.

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ایک طالبِ حق

حضرت زید بن عمرو

علی عبداللہ

پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ تھا۔ عرب میں پھیلے جہالت کے اندھیروں سے کچھ لوگ ہدایت کی شمع ڈھونڈنے نکلے۔ بت پرستی، جاہلانہ رسومات اور فحاشی سے نکل کر انہوں نے حق کی تلاش کا عہد کیا اور جہاں کہیں انہیں معمولی سا بھی ہدایت کا ذریعہ دِکھتا، وہ فوراً اس جانب بھاگ پڑتے۔ اسی سلسلے میں قریش کے ایک سالانہ تہوار کے موقع پر چار لوگ خفیہ طور پر اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے کہا کہ ہماری قوم بھٹک چکی ہے، ہماری قوم کا منہ ان پتھروں کی جانب ہے، جن کا نہ نفع ہے اور نہ نقصان۔ ہم مل کر حق کی تلاش کرتے ہیں اور اس بھولے ہوئے دینِ حق کو ڈھونڈتے ہیں جو ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ اس گفتگو کے بعد وہ چاروں الگ ہوئے اور راہِ حق کی تلاش میں جت گئے۔ ان چار لوگوں میں ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان الحویرث اور زید بن عمرو شامل تھے۔

اول الذکر شخص ورقہ بن نوفل اس وقت کے معتبر سمجھے جانے والے دینِ عیسائیت کے حصول میں نکلے اور اہلِ کتاب کے علم کا ایک بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ یہی وہ شخص تھے جنہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پیش گوئی کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہوں گے اور ان پر وہی فرشتہ آیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آیا کرتا تھا۔ دوسرا شخص جو کہ عبید اللہ بن جحش تھا وہ اپنے پرانے شکوک وشبہات پر قائم رہا اور جب اسلام آیا تو اس نے اسلام قبول کیا، جب ہجرتِ حبشہ ہوئی تو یہ اپنی زوجہ ام حبیبہؓ کے ساتھ ہجرت میں شامل تھا، مگر حبشہ جا کر وہ نصرانی ہو گیا اور اسی حالت میں اسے موت نے آن پکڑا۔ اس کے بعد ام حبیبہؓ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقد میں لے لیا۔ قریش کے اس تہوار میں شامل ہونے والا تیسرا شخص یعنی عثمان الحویرث شاہِ روم کے پاس چلا گیا اور نصرانیت اختیار کی۔ شاہِ روم کے دربار

میں اس نے بہت عزت اور شہرت پائی۔

اب باری آتی ہے چوتھے شخص کی جو اس تحریر کا مرکزی کردار بھی ہے۔ زید بن عمرو کے حالات و واقعات نہایت پر اثر اور فکر انگیز ہیں۔ خدا کی جانب سے جب دل میں تلاشِ حق کی چنگاری جلتی ہے تو اندھیروں میں بھی راستے نکلتے چلے جایا کرتے ہیں اور یہی زید بن عمرو کے ساتھ بھی ہوا۔ اپنے باقی تین دوستوں کی طرح یہ بھی دینِ ابراہیم کی کھوج میں نکلے۔ انہوں نے نہ تو یہودیت اختیار کی اور نہ ہی عیسائیت قبول کی اور یہ اپنی قوم کے دین سے بھی مکمل طور پر کنارہ کش ہوا۔ زید بن عمرو کہا کرتا تھا کہ میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی پرستش کرتا ہوں۔ اس نے بت پرستی سے نفرت کا اظہار کیا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے سے روکتا تھا۔ ان حالات میں اس کی قوم نے اس کی سخت مخالفت کی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن عمرو کو بڑھاپے کی عمر میں دیکھا۔ یہ شخص کعبہ کے سہارے کھڑا ہوا کہتا: ''اے اللہ! اگر میں جانتا کہ کونسا طریقہ تجھے پسند ہے تو میں اسی طریقہ سے تیری عبادت کرتا، مگر مجھے اس کا علم نہیں۔'' یہ کہنے کے بعد وہ اپنے ہاتھوں پر سجدہ کرتا۔ زید بن عمرو نے اپنی قوم کی بے حسی اور ان کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکالیف پر دلسوز شعر کہے، جن کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

أَرَبًّا وَّاحِداً اَمْ اَلْفَ رَبٍّ اَدِيْنُ إِذَا تُقِسِّمَتِ الْاُمُوْرُ

ترجمہ: ''جب حکومتیں تقسیم ہوگئیں تو میں'' ایک ہزار ارباب کی پرستش کروں یا ایک پروردگار کی؟''

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَ الْعُزّٰى جَمِيْعًا كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الْجَلَدُ الصَّبُوْرُ

ترجمہ: ''میں نے لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا، قوت والا اور مستقل مزاج شخص ایسا ہی کرتا ہے۔''

عَجِبْتُ وَ فِي اللَّيَالِيْ مُعْجِبَاتٌ وَفِي الْاَيَّامِ يَعْرِفُهَا الْبَصِيْرُ

ترجمہ: ''مجھے تعجب ہوا اور دیکھو دن رات میں بہت سی حیرت انگیز چیزیں ہیں جن کو آنکھ والا ہی پہچانتا ہے۔''

وَبَيْنَا الْـمَرْءُ يَعْثُرُ ثَابَ يَوْمًا كَمَا يَتَرَوَّحُ الْغُصْنُ الْـمَطِيْرُ

ترجمہ: ''اور ایسے حال میں آدمی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، کسی دن اس کی حالت ایسی درست ہوجاتی ہے جیسے بارش سے سرسبز و شاداب ٹہنی۔''

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّيْ لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الْغَفُوْرُ

ترجمہ: ''لیکن میں تو اپنے پروردگار رحمن کی عبادت کرتا ہوں تاکہ میرا ڈھانپ لینے والا پروردگار میرے گناہ کو ڈھانپ لے۔''

اَلَا اَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِيَّاكَ وَ الرَّدٰى فَإِنَّكَ لَا تُخْفِيْ مِنَ اللهِ خَافِيَا

ترجمہ: ''خبردار اے انسان! اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا، کیونکہ تو اللہ تعالیٰ سے کوئی بھید بھی نہیں چھپا سکتا۔''

رَضِيْتُ بِكَ اللّٰهُمَّ رَبِّ فَلَنْ أرَى اَدِيْنُ اِلٰهًا غَيْرَكَ اللهُ ثَانِيَا

ترجمہ: ''یا اللہ میں تیری ربوبیت سے راضی ہوں۔ میں تیرے سوا کسی دوسرے معبود کو پرستش کے لائق کبھی نہیں سمجھوں گا۔''

وَاَنْتَ بِفَضْلٍ مِّنْكَ نَجَّيْتَ يُوْنُسَا وَقَدْ بَاتَ فِيْ اَضْعَافِ حُوْتٍ لَيَالِيَا

ترجمہ: ''اور تو نے ہی اپنی مہربانی سے یونس علیہ السلام کو بچا لیا، حالانکہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں بہت سے پردوں کے اندر کئی راتیں بسر کیں۔''

وَإِنِّي لَوْ سَبَّحْتُ بِاسْمِكَ رَبَّنَا لَأَكْثَرُ إِلَّا ما غَفَرتَ خَطَائيا

ترجمہ: ''اے ہمارے پروردگار! اگرچہ میں نے تیرے نام کی تسبیح کی مگر میں بہت ہی خطا کار ہوں۔ (مجھے اپنے اعمال کے لحاظ سے بخشش کی امید نہیں) مگر یہ کہ تو (اپنے فضل وکرم سے) بخش دے۔''

زید بن عمرو کی بیوی صفیہ بنت الحضرمی تھی جو اس کے چچا خطاب بن نفیل کو اس کی خبریں دیا کرتی تھی، زید کا چچا اسے اپنی قوم کے دین سے ہٹنے پر ملامت کرتا رہتا تھا، اپنی بیوی اور چچا کے رویہ پر بھی زید بن عمرو نے کچھ اشعار کہے:

لَا تَحْبِسِيْنِيْ فِيْ الْهُوَانِ صَفِيُّ مَا دَابِيْ وَ دَابُهُ

ترجمہ: ''اے صفیہ! مجھے ذلت میں نہ روک رکھ، میری حالت کو اس کی حالت سے کیا نسبت ہے۔''

وَإِذَا يُعَاتِبُنِيْ بِسُوءٍ قُلْتُ اَعْيَانِيْ جَوَابُهُ

ترجمہ: ''اور جب وہ بری طرح مجھ پر غصہ ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس کے جواب نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔''

یعنی میں اس کا جواب نہیں دیتا۔ زید بن عمرو کے چچا نے اسے یہاں تک تکالیف دیں کہ ایک

روز اسے شہر سے ہی نکال دیا اور پھر اسے واپس مکہ میں داخل نہ ہونے دیتا تھا۔ اسی کشمکش میں وہ دینِ ابراہیم علیہ السلام کی کھوج میں ملک شام تک پھرتا پھراتا ایک راہب کے پاس پہنچا، جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے پاس عیسائیت کا انتہائی علم ہے۔ اس نے زید کی بات سن کر کہا کہ ایسے دین پر چلانے والا اب کوئی موجود نہیں، ہاں! مگر دینِ ابراہیم پر مبعوث ہونے والے ایک نبی کا زمانہ آچکا ہے اور وہ اسی سر زمین میں ظاہر ہوگا جہاں سے تم آئے ہو۔ یہ سن کر زید بن عمرو واپس مکہ کے لیے نکلا، مگر راستے میں بنی لخم کی بستیوں کے قریب کچھ لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی موت کی خبر پر ورقہ بن نوفل نے مرثیہ کہا:

رَشِدْتَّ وَاَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍو وَإِنَّمَا تَجَنَّبْتَ تَنُّوْراً مِنَ النَّارِ حَامِياً

ترجمہ: ''اے ابن عمرو! تو نے سیدھی راہ اختیار کی اور یہ راہ تو نے بڑی سوچ بچار کے بعد اختیار کی اور تو بھڑکتی آگ کے تندور سے بچ گیا۔''

اسلام لانے کے بعد زید بن عمرو کا بیٹا سعید بن زید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نَعَمْ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ اُمَّۃً وَّاحِدۃً.''

ترجمہ: ''ہاں! اس کے لیے دعا کی جائے گی، کیونکہ وہی ایک تو اچھی حالت پر (یا ایسی حالت میں جو اکیلا ایک اُمت کے برابر ہو) زندہ کیا جائے گا۔''

اور اس طرح حق کی طلب میں نکلا، وہ شخص ہمیشہ کے لیے امر ہوگیا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

اکابرینِ اُمت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا کردار

مولوی عصمت اللہ نظامانی
متعلم تخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

دورِ حاضر میں یہ بات نظر آرہی ہے کہ مسلمان اپنے اکابرین، علمائے کرام، فقہائے عظام، حضرات محدثین اور دیگر صلحاء ومشاہیر کے تذکروں، ان کے کارہائے نمایاں اور علمی، دینی، ملّی وسماجی خدمات سے تو کچھ واقف ہیں، یعنی امتِ مسلمہ کے جلیل القدر مرد حضرات کی حیات اور ان کے اعلیٰ کارناموں سے تو تھوڑا بہت آشنا ہیں، لیکن ان اکابرینِ اُمت کی تعلیم وتربیت اور شخصیت سازی میں جنہوں نے اہم کردار ادا کیا، خود گم نام رہ کر، تکالیف ومصائب برداشت کرکے ان مشاہیر کو اُمت کے لیے رہنما وپیشوا بنایا، یعنی مسلمان عفت مآب خواتین، ان کے حالات اور اکابرینِ امت کی تعلیم وتربیت اور رجال سازی میں ان کے نمایاں کردار پر ابھی تک گمنامی کے پردے پڑے ہیں۔

حالانکہ وقت کا یہ اہم تقاضا ہے کہ ان عفت مآب خواتین کا تذکرہ اور مشاہیر علماء کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں ان کا کردار لوگوں کے سامنے نمایاں کیا جائے، تاکہ موجود دور کی خواتین کو معلوم ہو کہ عورت صرف ایک فرد کی تربیت نہیں کرتی، بلکہ وہ امت کے رہنما، اور ایک معاشرے کی تربیت کرتی ہے۔ عورت تاریخ ساز افراد کی پرورش کرتی ہے۔ اس کی گود سے قوم کا سرفخر سے بلند کرنے والے بھی تیار ہوسکتے ہیں۔

لہٰذا درج ذیل اکابرینِ امت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا کردار مختصر طور پر ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ مسلمان عفت مآب خواتین نے کیسی بڑی خدمات پیش کی ہیں، اور ان کی کتنی بڑی ذمہ داری ہے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف خواتینِ اسلام کا رجحان

اولاد کی تعلیم وتربیت سے متعلق قرآنی آیات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی وجہ سے خواتین کو

اپنے بچوں کے مستقبل اور ان کی تعلیم وتربیت کی فکر تھی، چنانچہ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے زبیر بن عوام پر بچپن میں بغرضِ تربیت سختی کرتیں اور تادیباً مارتی بھی تھیں، جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (۱)

اس سلسلے میں حضرت حسن بصریؒ سے مروی ایک قصہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ایک مرتبہ میاں بیوی کے درمیان اپنے بچے کی پرورش سے متعلق اختلاف ہوا، وہ دونوں قاضی کے پاس گئے، چونکہ بچہ سمجھدار تھا، لہٰذا قاضی نے بچے کو اختیار دیا اور پوچھا کہ وہ کس کے پاس جاکر رہنا چاہے گا؟ بچے نے اپنے والد کو چُنا۔ اس پر ماں نے قاضی سے کہا کہ بچے سے یہ پوچھیے کہ اس نے والد کو کیوں چنا ہے؟ قاضی نے بچے سے سوال کیا تو اس نے کہا:

''أمي تبعثني كل يوم للكتاب، والفقيه يضربني، وأبي يتركني للعب مع الصبيان.''

ترجمہ: ''میری ماں مجھے روزانہ تعلیم وکتابت سیکھنے کے لیے فقیہ کے پاس بھیجتی ہے، اور فقیہ غلطی پر مجھے مارتا ہے، جبکہ میرا والد مجھے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔''

بچے کا یہ جواب سن کر قاضی نے ماں کے حق میں فیصلہ کردیا اور کہا کہ تم ہی اس کی زیادہ حقدار ہو۔ (۲)

امام اوزاعیؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

حضراتِ محدثین میں سے چوٹی کے محدث امام اوزاعی عبدالرحمٰن بن عمروؒ سے حدیث کا کوئی طالب علم ناآشنا نہیں ہوگا۔ سفیان ثوریؒ جیسے عظیم محدث بھی ان کے اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلے ہیں۔ (۳) ان کے بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا، چنانچہ ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی۔ وہ ان کو لے کر مختلف شہروں کی طرف ہجرت کا سفر کرتی تھیں، تاکہ ان کا بیٹا علم حاصل کرسکے۔ مشہور محدث ولید بن مزید امام اوزاعیؒ کی حالت پر تعجب کیا کرتے اور فرماتے تھے:

''كان الأوزاعي يتيمًا فقيرًا في حجر امرأة تنقلهُ من بلد إلى بلد.''

ترجمہ: ''امام اوزاعیؒ یتیم، غریب اور ایسی عورت کے زیرِ کفالت تھے جو اُن کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر جاتی تھی۔''

اور اپنے بیٹے سے کہتے تھے:

''يا بُني! عجزت الملوك أن تؤدب أنفسَها وأولادَها أدبَه في نفسه.'' (۴)

ترجمہ: ''اے میرے بیٹے! بادشاہ وسلاطین عاجز ہیں کہ اپنی ذات اور اولاد کو ایسا ادب سکھلائیں، جیسا امام اوزاعیؒ کا ادب تھا۔''

اس طرح اسفار کی مشقت اور دیگر تکالیف برداشت کرکے اس بیوہ خاتون نے اپنے یتیم بیٹے کی ایسی تربیت کی کہ وہ آگے چل کر فخرِ محدثین بن گیا۔

امام شافعیؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

امام شافعی محمد بن ادریسؒ سے کون ناواقف ہوگا، ان کے علمی مقام کا اعتراف موافقین اور مخالفین سب کو ہے، لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ان کی تعلیم وتربیت اور شخصیت سازی میں ان کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ کا کتنا بڑا کردار تھا، چنانچہ علامہ ابن منظورؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

''وهي التي حملت الشافعي إلى اليمن وأدبته.''(۵)

ترجمہ: ''ان کی والدہ ہی انہیں یمن لائی تھیں اور ان کو ادب سکھلایا تھا۔''

امام شافعیؒ بہت چھوٹے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا، چنانچہ ان کی والدہ نے اکیلے ہی ان کی کفالت و پرورش کی اور تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی، اور پھر جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ان کی والدہ کو اندیشہ ہوا کہ اہلِ علم سے دور رہ کر کہیں ان کے بیٹے کو علمی نقصان نہ ہو، چنانچہ ان سے کہا: ''الحق بأهلك فتكون مثلهم''یعنی ''اپنے رشتہ داروں (قریش، جو اہل علم تھے) سے جا کر ملو، تاکہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ۔''(۶)

مالی حالات ان کے کافی کمزور تھے، یہاں تک کہ امام شافعیؒ کی والدہ کے پاس معلم کو دینے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا، جیسا کہ امام شافعیؒ نے ذکر کیا ہے:

''كنت يتيماً في حجر أمي، ولم يكن معها ما تعطي المعلم.''

ترجمہ: ''میں اپنی والدہ کی پرورش میں یتیم تھا، اوران کے پاس معلم کو دینے کے لیے کوئی چیز بھی نہیں تھی۔''

لیکن آفرین ہو اس ماں پر، اپنے بیٹے کے تعلیمی سفر کے اخراجات پورے کرنے کی خاطر اپنا گھر گروی رکھ دیا، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''ولم يكن عند أمي ما تعطيني أتحمل به، فرهنت دارها على ستة عشر ديناراً، ودفعتها إلي.''(۷)

ترجمہ: ''میری والدہ کے پاس مجھے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا، جسے میں سفر پر لے جاتا، چنانچہ

انہوں نے سولہ ۱۶ دینار پر اپنا گھر گروی رکھا، اور وہ رقم مجھے دے دی۔''

پھر دنیا نے دیکھا کہ اس تعلیم وتربیت کا نتیجہ ایک بہت بڑے فقیہ اور امام کی صورت میں نکلا، جس کی تعلیمات سے امت آج تک مستفید ہو رہی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

مشہور ومعروف محدث وفقیہ امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیم وتربیت میں بھی ان کی والدہ کا خصوصی کردار ہے۔ ان کے والد محمدؒ کا جوانی میں تقریباً تیس سال کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا، چنانچہ ان کی والدہ صفیہ نے ہی ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی طرف دھیان دیا۔ (۸)

امام احمد بن حنبلؒ نے تعلیم کی غرض سے محدثین کے پاس جانا شروع کیا تو وہ صبح سویرے اٹھتے تھے تو ان کی والدہ بھی ان کے لیے جاگ جاتی تھیں۔ اور بسا اوقات وہ رات کے آخری پہر میں اٹھ کر درس کے لیے جانا چاہتے تو اس وقت بھی ان کی والدہ بیدار ہو جاتیں، اور اپنی مامتا سے مجبور ہو کر بیٹے کو صبح ہونے تک روکتی تھیں، چنانچہ امام احمدؒ فرماتے ہیں:

''كنت ربما أردت البكور إلى الحديث، فتأخذ أمي ثيابي وتقول: حتى يؤذن الناس، وحتى يصبحوا.'' (۹)

ترجمہ: ''بسا اوقات میں طلبِ حدیث کے لیے جلدی جانا چاہتا تو میری والدہ میرے کپڑے پکڑ کر کہتیں: (تھوڑی دیر ٹھہرو) یہاں تک کہ لوگ اذان دے دیں، یا صبح کا اجالا ہو جائے۔''

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ نے دو موتی سنبھال کر رکھے تھے، چنانچہ جب امام صاحبؒ بڑے ہوئے، اور تعلیم کے سلسلے میں اخراجات کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے وہ دونوں موتی اپنے بیٹے کے سپرد کر دیئے، جنہیں امام احمدؒ نے تقریباً تیس دراہم کے عوض فروخت کیا۔ (۱۰)

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ ذی شعور تھیں، انہیں معلوم تھا کہ طلبِ علم کے لیے پُرخطر اور بڑے بڑے اسفار کرنے پڑتے ہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ طالبِ علم پہلے اپنے نزدیک اور قرب وجوار میں موجود مشائخ واساتذہ سے علم حاصل کرے، چنانچہ وہ بھی اپنے بیٹے کو پُرخطر سفر کرنے سے روکتی تھیں، اور امام احمدؒ بھی ان کی بات تسلیم فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ مشہور محدث جریر بن عبدالحمیدؒ بغداد آئے تو امام احمدؒ سمیت دیگر طلبہ نے بھی ان سے استفادہ کیا، پھر جب وہ محدث دریائے دجلہ کی طغیانی سے بننے والی ایک بڑی نہر عبور کر کے شہر کے مشرقی جانب

گئے تو بعض حضرات نے امام احمدؒ سے وہاں جانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ: ''أُمي لا تدعني''،(۱۱) یعنی ''میری والدہ مجھے اجازت نہیں دے گی۔''

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ کی اس بہترین تربیت اور شعور وفراست کی وجہ سے امام احمدؒ نے آگے چل کر جو بلند مقام حاصل کیا، وہ کسی سے مخفی نہیں ہوگا۔

علامہ ابنِ ہمامؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی نانی کا کردار

علامہ ابن ہمام محمد بن عبد الواحدؒ ایک مضبوط استعداد والے فقیہ اور محدث تھے، بڑے بڑے حضرات نے ان کے تبحّرِ علمی کی گواہی دی ہے، اوران کی کتاب ''فتح القدیر'' اس پر شاہدِ عدل ہے۔ علامہ ابنِ ہمامؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی نانی کا بہت بڑا کردار رہا ہے، اور وہ خود بھی ایک نیک خاتون تھیں۔ قرآن پاک کا بڑا حصہ انہیں یاد تھا۔

چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنی نانی کے زیرِ کفالت وتربیت رہے۔ ان کی نانی انہیں اپنے ساتھ اسکندریہ سے قاہرہ لے آئیں، تاکہ وہ اچھی طرح علم حاصل کرسکیں، چنانچہ یہاں آکر علامہ ابنِ ہمامؒ طلبِ علم میں مشغول ہوئے اور قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر دوبارہ ان کی نانی انہیں اسکندریہ لے آئیں، جہاں انہوں نے مزید تعلیم حاصل کی، اور بڑے مشائخ واساتذہ کے سامنے زانوئے تلمُّذ تہ کیے۔(۱۲)

اس عمر رسیدہ خاتون کو تو بعد میں آنے والوں نے بھلا دیا۔ کم ہی لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وقت کے بڑے محدث وفقیہ ابنِ ہمام کی شخصیت سازی اور تربیت میں ان کی عمر رسیدہ نانی کا بڑا کردار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کئی مشہور فقہاء ومحدثین اور دیگر اکابرینِ امت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا اہم اور نمایاں کردار رہا ہے، وہ خود گمنام رہیں، لیکن انہوں نے امت کے لیے کئی رہنما وپیشوا تیار کیے، جنہوں نے مسلمانوں کے لیے دینی، علمی، سماجی اور ملّی خدمات انجام دیں، لہٰذا دورِ حاضر میں ایسی رجال ساز خواتین کا تذکرہ لوگوں کے سامنے پیش کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے، تاکہ عہدِ حاضر کی مسلمان عفت مآب خواتین بھی ان کی پیروی کرکے ایک فرد کے بجائے رجالِ کار تیار کریں۔

حواشی وحوالہ جات

۱:-الإصابة في تمييز الصحابةؓ لابن حجر، (۲/ ٤٥٨)، رقم الترجمة: ٢٧٩٦، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، ط:١٤١٥ھ

٢:-زاد المعاد في هدي خير العباد لابن القيم، (٥/ ٤٢٤)، الناشر: مؤسسة الرسالة- بيروت،

ط:١٤١٥هـ- ١٩٩٤ء

٣:-شذرات الذهب في أخبار من ذهب لابن عماد الحنبلي، (٢٥٧/ ٢)، الناشر: دار ابن كثير- دمشق، ط:١٤٠٦هـ- ١٩٨٦ء

٤:-تاريخ دمشق لابن عساكر، (١٥٧/ ٣٥)، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر، ط:١٤١٥هـ- ١٩٩٥ء

٥:-مختصر تاريخ دمشق لابن منظور، (٣٥٨/ ٢١)، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر- دمشق، ط:١٣٠٢هـ- ١٩٨٤ء

٦:-سير أعلام النبلاء للذهبي، (١٠/ ١٠)، الناشر: مؤسسة الرسالة- بيروت، ط:١٤٠٥هـ- ١٩٨٥ء

٧:-مختصر تاريخ دمشق لابن منظور، (٣٦٠/ ٢١)

٨:-سير أعلام النبلاء للذهبي، (١٧٩/ ١١)

٩:-الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب، (١٥١/ ١)، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض

١٠:-سير أعلام النبلاء للذهبي، (١٧٩/ ١١)

١١:-تاريخ بغداد للخطيب (٢٦٦/ ٧)، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، ط:١٤١٧هـ

١٢:-الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوي، (١٢٧/ ٨)، الناشر: دار الجيل، بيروت

حضرت سفیان بن عیینہؒ کی اہلِ علم کو نصائح

مولوی عابد شہزاد
متعلم تخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے ایسے رجال عطا فرمائے ہیں، جن سے قرآن وسنت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانوں کی اصلاح وارشاد اور تزکیہ نفس کا کام بھی لیا ہے، ان شخصیات کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں اور خصوصیات وصفات سے نوازا ہے، ان ممتاز شخصیات میں سے ایک حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، ان کی شخصیت اہلِ علم کے تمام طبقات خواہ وہ حدیث سے شغف رکھتے ہوں یا تفسیر سے، چاہے ان کا تعلق فقہ سے ہو یا تصوف سے، نیز علم کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے کے ہاں ان کی شخصیت ڈھکی چھپی نہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیک وقت کئی صفات عطا فرما رکھی تھیں، ان میں موجود منجملہ صفات میں سے ایک صفت حکمت ودانائی بھی تھی، چنانچہ اسی وجہ سے امام احمد بن عبداللہ عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''معرفة الثقات'' میں ان کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''وكان يعد من حكماء أصحاب الحديث''(۱) اس تحریر میں ان کی اسی صفت کا مظہر پیش کرنا مقصود ہے۔

آپ کی اہلِ علم کو نصائح

حقیقی عالم

''قال سفيان بن عيينة: ليس العالم الذي يعرف الخير والشر، إنما العالم الذي يعرف الخير فيتبعه، ويعرف الشر فيجتنبه.''(۲)

''سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عالم وہ نہیں ہے جو خیر اور شر کو پہچانتا ہو، حقیقی عالم وہ ہے جو خیر کو پہچان کر اس کی اتباع کرے اور شر کو پہچان کر اس سے اجتناب کرے۔''

علم کب نقصان پہنچاتا ہے؟

''العلم إن لم ينفعك ضرك.''(۳)

’’اگر علم تجھے نفع نہیں دے گا تو نقصان پہنچائے گا۔‘‘

علم کی زیادہ ضرورت کس کو ہے؟

’’قال: أحوج الناس إلی العلم العلماء، وذٰلك أنّ الجهل بهم أقبح؛ لأنّهم غاية الناس، وهم يسألون.‘‘(۴)

’’(ایک مرتبہ کچھ لوگ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوکر پوچھنے لگے کہ علم کی سب سے زیادہ احتیاج کس کو ہے؟) آپ نے فرمایا: علماء کو علم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور عالم کا علم سے دور ہونا قبیح چیز ہے؛ اس لیے کہ لوگ ضرورت کے موقع پر علماء سے ہی پوچھتے ہیں اور ان کی بھاگ دوڑ علماء کی طرف ہی ہوتی ہے۔‘‘

علم کی مثال

’’قال: تدرون ما مثل العلم؟ مثل العلم مثل دار الكفر ودار الإسلام، فإن ترك أهل الإسلام الجهاد، جاء أهل الكفر، فأخذوا الإسلام، وإن ترك الناس العلم، صار الناس جهالا.‘‘(۵)

’’ایک دفعہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ: کیا تم جانتے ہو کہ علم کی کیا مثال ہے؟ پھر خود ہی فرمایا: علم کی مثال دارالاسلام اور دارالکفر کی سی ہے، چنانچہ اگر اہلِ اسلام نے جہاد چھوڑ دیا تو اہلِ کفر آجائیں گے، اور اسلام کو (اپنے محروسہ علاقوں سے) ختم کردیں گے، اسی طرح اگر لوگوں نے علم کو ترک کردیا تو لوگ جاہل ہوجائیں گے۔‘‘

قیامت میں سب سے زیادہ حسرت کرنے والے اشخاص

’’عن سفيان بن عيينة، كان يقال: أشد الناس حسرة يوم القيامة ثلاثة: رجل كان لهٗ عبد فجاء يوم القيامة أفضل عملًا منه، ورجل له مال، فلم يتصدق منه، فمات، فورثهٗ غيره، فتصدق منه، ورجل عالم لم ينتفع بعلمه، فعلم غيرهٗ، فانتفع به.‘‘(۶)

’’سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ: کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے افراد سب سے زیادہ حسرت کا شکار ہوں گے:

۱: ایک وہ مالک جس کا غلام قیامت کے دن اس سے زیادہ عمل لیے ہوئے ہو۔

۲: دوسرا وہ مالدار آدمی جو اپنے مال کا صدقہ ادا نہ کرتا ہو، اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس

کے مال کے مالک بن کر اس میں سے صدقہ ادا کریں۔
۳: تیسرا وہ عالم جو خود تو اپنے علم سے نفع نہ اُٹھائے، البتہ اس نے جن کو سکھایا ہے، وہ اس سے منتفع ہوں۔‘‘

علم کو طلب کرنا ورع ہے

’’وسئل عن الورع، فقال: الورع طلب العلم الذي يعرف به الورع، وهو عند قوم طول الصمت وقلة الكلام، وما هو كذٰلك، أنّ المتكلم العالم أفضل عندنا وأورع من الجاهل الصامت.‘‘(۷)

’’کسی نے آپ سے ورع (تقویٰ) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ: ایسا علم حاصل کرنا جس سے ورع کی پہچان ہو، یہی حقیقت میں ورع (تقویٰ) ہے۔ پھر فرمایا کہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ دیر خاموش رہنا اور کم گو ہونا یہ ورع ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں، بلکہ ہمارے ہاں متکلم عالم ’’جاہل صامت‘‘ سے زیادہ افضل اور اورع ہے۔‘‘

سب سے زیادہ قابلِ علاج بیماریاں

’’قال سفيان: قال رجل من العلماء: اثنتان: أنا أعالجهما منذ ثلاثين سنة: ترك الطمع فيما بيني وبين الناس، وإخلاص العمل لله عزوجل.‘‘(۸)

’’سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء میں سے کسی نے کہا کہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کا میں تیس سال سے علاج کر رہا ہوں، (وہ یہ ہیں) ۱: ایک یہ کہ میرے اور لوگوں کے درمیان طمع نہ رہے۔ ۲: دوسرا یہ کہ میرا ہر عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔‘‘

عالم کے لیل ونہار

’’قال سفيان بن عيينة: إذا كان نهاري نهار سفيه، وليلي ليل جاهل، فما أصنع بالعلم الذي كتبت.‘‘(۹)

’’آپ فرمایا کرتے تھے کہ: جب میرا دن بیوقوف آدمی کے دن کی طرح گزرے اور میری رات جاہل آدمی کی رات کی طرح گزرے، تو میں اس علم کا کیا کروں جس کو میں لکھ رہا ہوں؟!۔‘‘

علم کے پانچ مراحل

’’قال ابن عيينة: أول العلم الاستماع، ثم الإنصات، ثم الحفظ، ثم العمل، ثم

النشر.''(۱۰)

''سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: علم (علمی میدان) میں سب سے پہلا مرحلہ استماع (غور سے سننا) کا ہے، (دوسرا مرحلہ) انصات (خاموش رہنے) کا ہے، (تیسرا مرحلہ) حفظ (یاد کرنے) کا ہے، (چوتھا مرحلہ) عمل کا ہے، اور (پانچواں مرحلہ) نشر (اس علم کو دوسروں تک پہنچانے) کا ہے۔''

''لا أدري'' کی اہمیت

''قال سفيان بن عيينة: إذا ترك العالم لا أدري أصيبت مقاتله.''(۱۱)

''سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب عالم یہ کہنا چھوڑ دے گا کہ: ''میں نہیں جانتا'' تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔''

جب کوئی عالم اپنے اوپر یہ لازم کرلے کہ جو سوال مجھ سے کیا جائے گا، میں نے اس کا جواب دینا ہے، چاہے مجھے اس کا جواب آتا ہو یا نہ آتا ہو، میں نے یہ نہیں کہنا کہ: ''مجھے نہیں آتا'' تو گویا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا۔

حواشی وحوالہ جات

۱:-معرفة الثقات لأبي الحسن أحمد بن عبدالله العجلي: ۱/۴۱۷، باب سفيان، تحقيق: عبد العليم عبد العظيم البستوي، ط: مكتبة الدار م- المدينة المنورة، الطبعة الأولى، ۱۴۰۵ھ.

۲:-تهذيب الكمال للمزي: ۱۱/۱۹۱-۱۹۲، سفيان بن عيينة، تحقيق: د.بشار عواد، ط: مؤسسة الرسالة- بيروت، ۱۴۰۰ھ.

۳:-أيضاً: ۱۱/۱۹۲.

۴:-أيضاً: ۱۱/۱۹۲.

۵:-أيضاً: ۱۱/۱۹۳.

۶:-أيضاً: ۱۱/۱۹۳.

۷:-أيضاً: ۱۱/۱۹۴.

۸:-حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني: ۷/۲۷۱، سفيان بن عيينة، ط: دار الكتاب العربي- بيروت، الطبعه الرابعة: ۱۴۰۵ھ.

۹:-أيضاً: ۷/۲۷۱.

۱۰:-أيضاً: ۷/۲۷۴.

۱۱:-أيضاً: ۷/۲۷۴.

تذکرہ علامہ غلام نبی کامویؒ

مولانا جمیل احمد
استاذِ جامعہ

شیخ الہندؒ اور علامہ کشمیریؒ کے مایہ ناز شاگرد اور حضرت بنوریؒ کے رفیقِ خاص

(دوسری اور آخری قسط)

وطنِ مالوف واپسی اور دینی وعلمی خدمات

۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء کو آپ اپنے آبائی مسکن و وطن واپس لوٹ آئے، کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد آپ نے صوبہ سرحد موجودہ خیبر پختونخواہ کا رخ کیا، اور پشاور سمیت خیبر پختونخواہ کے مشرقی علاقوں مثلاً مسجد طرہ قل بای پشاور، (موجودہ نام ترقول مسجد لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے عقب میں موجود ہے) دتوسی، اور ڈمگرو (غالباً ڈبگري مراد ہے) وغیرہ میں تقریباً ۱۹۲۵ء سے لے کر ۱۹۳۷ء تک ۱۲ سال تدریسی خدمات انجام دیں، اس دوران آپ کے سیکڑوں شاگرد ہوئے۔ حضرت بنوریؒ نے بھی پشاور کے دو مدرسوں: ۱: مدرسہ تعلیم القرآن یکہ توت اور ۲: مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں تدریسی فریضہ انجام دیا۔

بعد ازاں آپ افغانستان لوٹ آئے، اور دار العلوم عربی کابل میں بحیثیت استاذِ کبیر آپ کی تقرری عمل میں آئی، اور یوں علومِ کشمیری کا فیض ہندوستان سے افغانستان منتقل ہوا، دار العلوم عربی کا شمار اس وقت کے افغانستان کے نامور اور ممتاز دینی اداروں میں ہوتا تھا، غالباً حضرت علامہ بنوریؒ نے بھی علامہ عبد القدیر لغمانیؒ سے یہیں ملا جلال پڑھی۔ (۱)

دار العلوم عربی کابل کا ایک قدیم نیم سرکاری ادارہ تھا، اور اس کا تعارف جامعہ ازہر مصر کی ایک شاخ کے طور پر ہوتا تھا، چنانچہ مصری مبعوث اساتذہ کی یہاں ایک معتد بہ جماعت تھی، جو افغانی طلبا کو عربی ادب اور بلاغت وغیرہ کی تعلیم دیتی تھی، مولانا غلام نبی کامویؒ نے ۱۳۵۶ھ سے لے کر ۱۳۴۷ھ تک

مطابق ۱۹۳۷ء تا ۱۹۵۴ء یہاں رہ کر منطق، فلسفہ، علم الکلام، فقہ، حدیث اور تفسیر کا درس دیا، اور نہایت مختصر مدت میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں آپ کا قیام ۱۷ سال پر محیط رہا، اس دوران آپ کابل کے دیگر مدارس سے بھی وابستہ رہے، اور عرصہ دراز تک آپ نے بطور شیخ الحدیث حدیث کی مختلف کتابوں کا درس بھی دیا، نیز اسی عرصہ میں سرکاری طور پر آپ کو ریڈیو افغانستان پر درس اور موعظت، اور علمی تقریروں کے لیے بطور مبصر مقرر کیا گیا، اور سالہا سال تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ (۲)

صحیح البخاری کی تدریس میں بطور خاص آپ نے اس بات کا اہتمام کیا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی ''فيض الباري'' کے علاوہ حافظ ابن حجرؒ کی ''فتح الباري''، علامہ عینیؒ کی ''عمدة القاري''، اور علامہ قسطلانیؒ کی ''إرشاد الساري'' سے احکام الحدیث، اور تخریج الحدیث کے مباحث کا لبِ لباب طلبہ کے سامنے بیان کرتے، البتہ ترجیحِ راجح اور استنباطِ مسائل میں ان کا منفرد خاص ذوق تھا، چنانچہ آپ کے درس میں طلبہ حنفی مذہب کی تائید میں اس خاص ذوق کو بھرپور ملاحظہ کرتے تھے۔

جس وقت مولانا افغانستان آئے اور کابل کے دار العلوم عربی میں بڑی کتابوں کے مدرس مقرر ہوئے، اس دورانیہ میں وزارتِ تعلیم کی بڑی شخصیات کے ساتھ علمی اجتماعی اجلاسوں میں شرکت کرنے کا موقع ملا، ریاست نے آپ کی لیاقت اور قابلیت کے بل بوتے پر آپ کو وزارتِ تعلیم کی شوریٰ کا صدر مقرر کیا، اس کے ساتھ ہی وزارتِ اطلاعات کے شرعی مشاور کی حیثیت سے بھی ان کو اہم وظیفہ سونپا گیا، سال ۱۳۷۵ھ سے ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۹ء تک قندھار کے محکمہ شرعیہ کے قاضی القضاۃ کے طور پر کام کیا، بعد ازاں سردار محمد داؤد خان کی حکومت میں اعزازاً آپ دار الحکومت کابل کے محکمہ شرعیہ کے قاضی مُرافع مقرر ہوئے۔ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں حاکمِ وقت ظاہر شاہ کے حکم پر تشکیل پانے والے نئے مجموعہ قوانینِ اسلامی کے مسودہ کی تصحیح اور ترتیب کے لیے آپ کو اس کمیٹی کا خصوصی رکن نامزد کیا گیا۔ ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں آپ کو افغان جمہوری پارلیمان کا سینیٹر نامزد کیا گیا، نیز اس دوران شاہانِ وقت اور امراء کی آپ پر خصوصی عنایات رہیں، نیز بحیثیت قاضی القضاۃ اس وقت کے جرگہ نظام میں قولِ فیصل آپ ہی کا معتبر ہوتا تھا، قضاء اور عدلیہ میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، اور آپ نے محکمہ قضاء میں قاضیوں کی کئی جماعتوں کی تربیت کی، اور انہیں اسلامی قضا کے نشیب و فراز سمجھائے۔ (۳)

انیسویں صدی عیسوی میں جن شخصیات نے سرزمین افغانستان میں لازوال علمی، تحقیقی، اور دعوتی، خدمات انجام دیں، آپ ان کے سرخیل شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی خدمات کا دائرہ اور مقبولیت عوام اور خواص میں یکساں رہی، ننگرہار سے لے کر ہرات تک اور غزنی سے لے کر بلخ و دیگر شمالی علاقوں میں آپ کے سینکڑوں شاگردوں نے آپ کے منہج، فکر اور طرزِ عمل کو اپنا کر دینِ حنیف کی خوب خدمت کی، اور ہنوز یہ

سلسلہ جاری ہے۔

مولانا غلام نبی کاموی ؒ اور محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری ؒ کا باہمی تعلق اور رفاقت

مولانا غلام نبی ؒ کی مولانا یوسف بنوری ؒ سے رفاقت کی مدت اور باہمی تعلق کا زمانہ کافی قدیم ہے، چنانچہ ۱۹۲۵ء کے عرصہ میں جس وقت آپ دار العلوم دیوبند کے استاذ تھے، اسی عرصہ میں حضرت بنوری ؒ یہاں طالب علم تھے، جیسا کہ ماقبل میں گزرا کہ دیوبند میں حضرت شاہ صاحب ؒ کی غیر موجودگی میں صحیح البخاری کی تدریس آپ کے ذمہ تھی۔ اور اس امر کی گواہی حضرت بنوری ؒ نے خود دی، نیز کابل میں جن اساطینِ علم سے مولانا غلام نبی کاموی ؒ نے تعلیم حاصل کی، انہی میں سے بطور خاص علامہ عبد القدیر لغمانی ؒ سے حضرت بنوری ؒ نے بھی تلمذ کیا۔ جس وقت جلال آباد مولانا غلام نبی ؒ کا مسکن تھا، اسی عرصہ میں حضرت بنوری ؒ بھی یہاں فروکش رہے۔ ان تمام قرائن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات غالب گمان کے درجہ میں کہی جاسکتی ہے کہ مولانا غلام نبی کاموی ؒ کا تعارف اور پھر تعلق مولانا بنوری ؒ سے دار العلوم دیوبند کے زمانہ سے بہت پہلے کابل یا جلال آباد میں ہی ہو چکا تھا، البتہ حضرت بنوری ؒ کی تحریرات میں ان کے باہمی تعلق سے متعلق جو یادداشتیں ملتی ہیں، وہ سن ۱۹۲۵ء کے بعد کے زمانہ پر مشتمل ہیں، اس سے قبل کی باہمی رفاقت سے متعلق کوئی تحریر ہنوز نہیں مل سکی ہے، نیز پشاور سمیت خیبر پختونخواہ کے مشرقی علاقوں میں تقریباً ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۷ء تک مولانا غلام نبی کاموی ؒ نے تدریسی خدمات انجام دیں، اسی زمانہ میں (۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۴ء) حضرت بنوری ؒ نے بھی پشاور کے دو مدرسوں مدرسہ تعلیم القرآن یکہ توت اور مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے، نیز اس دوران حضرت بنوری ؒ نے جمعیت علماء سرحد کے صدر کے طور پر بھی دو سال کام کیا، لہٰذا دونوں کی باہمی ملاقاتیں، ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت کا زیادہ سلسلہ بھی پشاور ہی میں رہا۔

مولانا غلام نبی ؒ کی پشاور میں ملاقات کے لیے آمد اور حضرت بنوری ؒ کی خوشی

۱۹۲۹ء کو دار العلوم ڈابھیل سے فراغت کے بعد حضرت بنوری ؒ نے اپنے شیخ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری ؒ کے آبائی گاؤں کشمیر میں تقریباً چھ ماہ کا عرصہ گزارا، اس دوران آپ نے حضرت کشمیری ؒ کی خوب خدمت کی، نیز ان سے علم و فلسفہ سے متعلق کثیر مباحث میں انفرادی طور پر استفادہ کیا، ۱۹۳۰ء میں پشاور لوٹ آئے، اور ۱۹۳۴ء تک برابر چار سال آپ پشاور میں علمی اور ملی خدمات میں مصروف رہے۔ اس عرصہ میں آپ کا معاصر علماء اور بزرگوں سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ رہا، حضرت مولانا عبد الحق نافع صاحب ؒ جو آپ کے معاصر، دوست، اور قدیم رفیق تھے، اور اس زمانہ میں وہ دار العلوم دیوبند میں صدر المدرسین

کے منصب پر فائز تھے، ان سے مکاتبت کرتے ہوئے ایک خط میں حضرت بنوریؒ نے مولانا غلام نبی کاموئیؒ کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ خط کی عبارت سے جہاں علامہ کاموئیؒ اور علامہ بنوریؒ کی باہمی محبت اور اُلفت کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق نافعؒ کا بھی مولانا غلام نبی کاموئیؒ سے اِرتباط تھا، خط کافی طویل اور عربی زبان میں تحریر کیا گیا ہے، مختصراً اس سے یہ عبارت پیشِ خدمت ہے:

’’اجتمع إلينا الأضياف من نواح شَتّٰى، فذهب وقتٌ طويلٌ في العِشاء، وبيننا في ذٰلك أنْ تَفَضَّل مولانا غلام نبي، وَ مَكَث في حجرة المَسجد لِمَكان الضيوف وأطلعني بوروده خفيا بإرساله إليَّ نجيا، فاختلت عنهم فرصة الاغتياب واحتفزتُ عن الأصحاب وانطلقت إليه للقاء والترحاب حتى تفكهنا نحو ساعتين بالمكالمة والآن صدر عنا فأتيت وطائي.‘‘(۴)

ترجمہ: ’’مختلف علاقوں سے کچھ مہمان آئے تھے، رات گئے تک مجلس چلتی رہی، عشاء کے کافی دیر بعد ہم ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ محترم مولانا غلام نبی صاحب کی آمد ہوئی، وہ مسجد کے حجرے میں فروکش ہوئے، خاموشی سے مجھے اپنی آمد سے مطلع کیا، چنانچہ کسی طریقہ سے مہمانوں سے جان چھڑا کر جلدی سے ان کے پاس استقبال اور خوش آمدید کے لیے اُٹھ چلا آیا، تقریباً دو گھنٹے تک دونوں دل لگی کی باتوں میں مصروف رہے، ابھی دو گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی، اور میں اُٹھ کر اپنے بستر کی طرف آیا۔‘‘

آپ کی تصنیفات اور تالیفات

تالیف اور تصنیف سے آپ کو خصوصی شغف رہا، تفسیر، فقہ، علم الکلام، منطق اور فلسفہ میں آپ نے کئی یادگاریں چھوڑیں۔ آپ نے عربی، فارسی، اور دَرّی زبان میں تقریباً دس کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں تالیف کیں، جن میں: ۱: تفسیر کابلی، (تفسیر شیخ الہند المعروف بہ تفسیر عثمانی کا فارسی درّی ترجمہ، تین جلدوں میں) اس تفسیر کو افغان علماء کی ایک جماعت نے مرتب کیا، لیکن ان سب کے سرخیل، راہنمائی کرنے والے اور پھر بنیادی اور مرکزی کردار آپ ہی تھے، یہ ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔

۲: سلم العلوم کی شرح ملا مبارک پر حاشیہ۔

۳: اثباتِ حشر ونشر کے موضوع پر ایک بھرپور علمی اور منطقی رسالہ۔

۴: تقریباً ۴۰ کے قریب وعظ ونصیحت اور علم وتحقیق پر مجموعہ مقالات، ان مقالات کو ڈاکٹر عبدالملک صاحب نے خوبصورت دیدہ زیب طباعت کے ساتھ کابل سے شائع کر دیا ہے، اور کئی سو صفحات

پر مشتمل یہ مقالات فارسی زبان میں ہیں۔

۴: اثبات النبوۃ والرسالۃ کے عنوان کے تحت کلامی مباحث پر مشتمل کتاب۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مولانا صاحب کو اس کتاب کے بدلے اس وقت کے افغان وزیر فیض محمد خان کی طرف سے معارف کی وزارت میں بڑے علمی منصب پر فائز کیا گیا اور اس کتاب کے بہت جلد طبع ہونے کا وعدہ بھی کیا، لیکن کہا جاتا ہے کہ درسی کتب کے چھاپنے کی وجہ سے اس کتاب کی طباعت میں تاخیر ہوگئی، لیکن اس کے بعد مولانا صاحب نے کئی بار وزارتِ تعلیم میں درخواست دی کہ یہ مادی عرض دوبارہ لے لیا جائے اور کتاب واپس کی جائے، تاکہ میں ذاتی خرچ پر اس کو طبع کراؤں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ قیمتی سرمایہ نہ مولانا کو دوبارہ واپس کیا گیا، اور نہ اب تک اس کی طباعت ہوسکی (۵) اُمید کی جاتی ہیں کہ اب تک یہ کتاب معارف کی وزارت میں محفوظ ہوگی، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کتاب کو تلاش کرکے اس کی طباعت کی ترتیب بنائی جائے۔

مقالاتِ کاموی ؒ کے علاوہ یہاں کراچی میں مولانا کی مطبوعہ دیگر کتب ہمیں میسر نہ ہوسکیں، مذکورہ تعارف اور تبصرے خاندانی روایات اور محفوظ تاریخی دستاویزات کی روشنی میں کیے گئے۔

تفسیرِ کابلی لکھنے کا باعث اور مولانا کا منہج واسلوب

۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء کے سال جب افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کی طرف سے حکومت کے صدر اعظم مرحوم محمد ہاشم خان کو یہ حکم دیا گیا کہ شیخ الہند علامہ محمود حسن دیوبندیؒ اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ترجمۂ قرآن اور تفسیر کو اُردو زبان سے پشتو، دَرّی اور فارسی مِلّی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے، بادشاہ کے حکم پر اس عظیم اور تاریخی خدمت کو سرانجام دینے کے لیے بڑے بڑے نامور علماء کی کمیٹی بنی، اس کمیٹی کے سرخیل مولانا غلام نبی کامویؒ تھے۔

تفسیر کابلی کے لکھنے میں آپ نے محض ترجمہ کرنے پر اکتفا نہ کیا، بلکہ بعض مقامات پر ترجمہ اور تفسیر کی دقت اور مشکلات کے پیشِ نظر آپ نے مصادر اور مراجع کی طرف مراجعت کی، چنانچہ فرماتے ہیں: میں نے اس تفسیر کے ترجمہ میں صرف اس پر اکتفا نہیں کیا کہ یہ بڑے نامور اساتذہ کی لکھی ہوئی ہے اور یہ اسناد کافی ہے، بلکہ اس تفسیر کے ماخذوں کی چھان بین کے ساتھ ساتھ پرانے اور نئی معتمد تفاسیر میں تلاش کرنے اور اس کے ساتھ تطبیق کرنے اور تصدیق کے بعد میں نے اپنی فکر کا اظہار کیا۔ (۶)

مولانا کامویؒ کی اولاد

آپ کی کل ۶ اولادیں ہوئیں، جن میں ۴ لڑکیاں اور دو لڑکے شامل ہیں۔ ایک بیٹے کی وفات

آپ کی حیات ہی میں ہوگئی تھی، آپ کے دوسرے بیٹے مولوی شیخ عبدالعلی کاموی ؒ کی تربیت اور تعلیم میں آپ نے کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے دی، انہوں نے آپ کے زیرِاشراف دارالعلوم عربی کابل میں مکمل تعلیم حاصل کی، بعدازفراغت تین سال اسی دارالعلوم عربی کابل میں انہوں نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں، آپ مولانا قاضی شیخ عبدالعلی کاموی کے نام سے مشہور ہوئے، اور کافی عرصہ تک کابل اور ننگرہار کے قاضی القضاۃ، بعدازاں افغانستان کی سپریم کورٹ میں فاضل سینیئر جج کے طور پر آپ نے کام کیا۔

قاضی عبدالعلی کے سات بیٹے ہوئے، سب صاحب علم وکمال ہوئے، اور اپنے والد اور دادا محترم کے اچھے جانشین ثابت ہوئے، اکثر دنیا کے مختلف ممالک میں علمی اور عملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

وَفات

علم وعرفان کا یہ سورج برابر ۷۸ سال تک علمی اور ملی خدمات میں مصروف رہ کر ایک بڑی مملکت کو اپنی تابناکیوں سے روشن اور فیض یاب کرتا رہا۔ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء بروز جمعہ دو بجے دن مختصر بیماری کے بعد کابل کے وزیراکبر خان ہسپتال میں آپ کا انتقال ہوا، انتقال کی خبر جلد ہی افغانستان بھر میں پھیل گئی، چنانچہ پل خشتی کی جامع مسجد میں آپ کی نمازِ جنازہ جمعیت علماء افغان کے صدر اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشہور پیشوا مولانا الحاج الحافظ کی امامت میں پڑھی گئی، اس کے بعد آپ کا جسد خاکی گاؤں سنگرسرائی ضلع کامہ ننگرہار منتقل کیا گیا، اور وہیں آپ کے قائم کردہ مدرسہ اور قدیمی مسجد کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی، رحمہ اللہ رحمةً واسعةً. (۷)

حواشی وحوالہ جات

۱: ماہنامہ ’’بینات‘‘، اشاعت خاص بیادحضرت بنوریؒ (ص:۹)، مضمون نگار: مولانا محمد یوسف بنوریؒ، خودنوشت۔
۲: ’’شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کامویؒ‘‘ (ص:۴۵-۴۷)، مضمون نگار: مولوی محمد ہاشم کاموال۔
۳: ایضاً، ص:۴۵-۴۷
۴: مکاتیب حضرت بنوریؒ بنام مولانا عبدالحق نافعؒ۔
۵: ’’شخصیت ومیراث علامہ مولوی غلام نبی کامویؒ‘‘ (ص:۴۵)، مضمون نگار: مولوی محمد ہاشم کاموال۔
۶: ایضاً، ص:۴۶
۷: ایضاً، ص:۴۹

کرپٹوکرنسی، این ایف ٹی، اور بلاک چین

تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری

(پانچویں قسط)

جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ
کارک انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

مغالطہ نمبر ۲: کیا کرپٹوکرنسی حسی طور پر موجود ہوتی ہے؟

ایک مغالطہ یہ ہے کہ کرپٹوکرنسی حسی طور پر موجود ہوتی ہے۔

جواب: ''ورچوئل کرنسیوں کی شرعی حیثیت'' کے عنوان سے ایک فقہی مقالہ میں کرپٹوکرنسی کے حسی طور پر موجود ہونے کے دلائل دیئے گئے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ:

''کمپیوٹر میں محفوظ ہونے والی تمام معلومات 0 اور 1 کی شکل میں ہوتی ہیں۔ 0 کا معنی مطلوبہ جگہ پر بجلی کا چارج نہ ہونا یا انتہائی کم ہونا اور 1 کا معنی مطلوبہ جگہ پر چارج کا ہونا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کمپیوٹر میں اگر انگریزی حرف A محفوظ کیا جائے تو کمپیوٹر اسے 01000001 کی صورت میں محفوظ کرے گا۔ جب کمپیوٹر اسے پڑھے گا تو اسے آٹھ سگنلز کا ایک مجموعہ ملے گا جن میں سے چھ مخصوص سگنلز بجلی سے خالی یا کم بجلی والے ہوں گے اور دو سگنلز میں بجلی موجود ہوگی۔ کمپیوٹر اسے اپنے اندر موجود سسٹم کی مدد سے سمجھ کر A کی شکل میں ظاہر کرے گا۔ کمپیوٹر کا ہر پروگرام انگریزی حروف میں تحریر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر حرف کے پیچھے اسی طرح کا کوڈ ہوتا ہے، جس طرح A کے پیچھے ہوتا ہے اور ہر کوڈ کا حقیقی مطلب بجلی کے سگنلوں کا ایک مجموعہ (پیکٹ) ہوتا ہے۔ بٹ کوائن کرنسی کی ہر ٹرانزیکشن بھی کمپیوٹر میں 0 اور 1 کی صورت میں محفوظ ہوتی ہے، جسے کمپیوٹر بٹ کوائن کے مخصوص سافٹ ویئر کی مدد سے سمجھتا ہے۔ ان سگنلز کو 0 اور 1 سے ظاہر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کمپیوٹر میں ہونے والے کام کو سمجھا جاسکے، ورنہ کمپیوٹر خود کسی عدد کو اس کی اصلی حالت میں سمجھ نہیں سکتا، بلکہ وہ اس کی بجلی کے ہونے یا نہ ہونے کو سمجھتا ہے۔

اس 0 اور 1 (یعنی بجلی کا چارج ہونے اور نہ ہونے) پر مشتمل کوڈ کو مختلف آلات میں مختلف طریقوں سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ ہر آلے میں کمپیوٹر مختلف مقامات کو مختلف پتے دیتا ہے اور بوقتِ ضرورت اس پتے پر جا کر معلومات کو حاصل کر لیتا ہے۔ بٹ کوائین کی ہر ٹرانزیکشن کو محفوظ ہونے کے لیے کسی آلے میں جگہ اور پتا چاہیے ہوتا ہے۔ اور جب وہ اس مقام پر محفوظ ہو جائے تو اسے وہاں سے منتقل یا ختم کیے بغیر دوسری کسی معلومات کو اس جگہ پر محفوظ نہیں کیا جا سکتا۔

بٹ کوائین اور دیگر ورچوئل کرنسیوں کے وجود کی عام فہم مثال بیٹری میں محفوظ بجلی کی ہے۔ بیٹری کے اندر موجود آلات میں بجلی محفوظ ہوتی ہے، لیکن اگر ان آلات کو الگ الگ کر لیا جائے تو اسے نہیں دیکھا جا سکتا، البتہ انہیں ایک خاص انداز سے ترتیب دے کر اس بجلی کو آلات کے ذریعے محسوس اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہارڈ ڈسک یا کسی آلے کے اندر موجود حصوں میں ورچوئل کرنسی کو دیکھا نہیں جا سکتا، لیکن خاص انداز سے ان حصوں کو ترتیب دے کر اس کرنسی کو محسوس اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔'' (مفتی اویس پراچہ صاحب، ورچوئل کرنسیوں کی شرعی حیثیت، صفحہ: ۴۶ اور ۴۷)

''پہلے باب کی چھٹی فصل اور اس باب کی پہلی فصل میں ورچوئل کرنسیوں کے بارے میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ وجود رکھتی ہیں اور ان کی حیثیت بجلی جیسی ہوتی ہے۔ جو حضرات انہیں فرضی ہندسہ کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں یہ معروف ہے کہ کمپیوٹر میں محفوظ چیزیں ایک ''ہندسوں کی شکل کے کوڈ'' میں محفوظ ہوتی ہیں۔ اس حوالے سے درست بات یہ ہے کہ کمپیوٹر میں موجود اشیاء ہندسوں میں محفوظ نہیں ہوتیں، بلکہ ان کا اظہار ہندسوں کی شکل میں کیا جاتا ہے، تاکہ انہیں دیکھنا، پڑھنا اور سمجھنا ممکن ہو۔ کمپیوٹر میں تمام ''ڈیٹا'' برقی اشاروں (سگنلوں) کی صورت میں کام کرتا ہے اور اس کا ثنائی/ بائنری) 0 اور ایک 1 کی شکل میں (ہندسوں کی شکل میں اظہار صرف بآسانی سمجھ آنے کے لیے ہوتا ہے، اس لیے انہیں ایک معدوم فرضی ہندسہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا۔'' (مفتی اویس پراچہ صاحب، ورچوئل کرنسیوں کی شرعی حیثیت، صفحہ: ۲۴۸)

''چونکہ ورچوئل کرنسیاں روشنی، مقناطیسی اور برقی سگنلز وغیرہ کی شکل میں بجلی کی طرح وجود رکھتی ہیں، اس لیے ان کا وجود بجلی ہی کی طرح کسی آلے کا محتاج ہوتا ہے۔ ان کے قائم بالغیر ہونے کی وجہ سے ان کا وجود مخصوص آلات ہی محسوس کر سکتے ہیں، لہٰذا یہ کرنسیاں حسی وجود بایں معنیٰ نہیں رکھتیں کہ ان کو انسان حواس سے محسوس کرے، البتہ بجلی کی طرح یہ ایسا وجود رکھتی ہیں کہ انہیں محسوس کرنے کے لیے مخصوص آلات ضروری ہیں۔'' (مفتی اویس پراچہ صاحب، ورچوئل کرنسیوں کی شرعی حیثیت، صفحہ: ۲۴۹)

یہاں تک تو ہم اتفاق کرتے ہیں کہ سگنلز کی مدد سے مختلف اشیاء یا پیغام کو کمپیوٹر میں ظاہر Represent کرتے ہیں اور اس کو سائنسی دنیا میں تسلیم بھی کیا جاتا ہے، مگر اس کے بعد جب یہ نتیجہ نکالا گیا کہ: ''بجلی کی طرح یہ ایسا وجود رکھتی ہیں کہ انہیں محسوس کرنے کے لیے مخصوص آلات ضروری ہیں'' اور ''انہیں ایک معدوم فرضی ہندسہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا'' اور ''خاص انداز سے ان حصوں کو ترتیب دے کر اس کرنسی کو محسوس اور استعمال کیا جاسکتا ہے۔'' تو ہمیں نہیں معلوم کہ کیسے یہ نتائج اخذ کیے گئے؟ نیز ان تمام نتائج کے سائنسی حوالہ جات بھی فراہم نہیں کیے گئے۔ ہماری رائے میں یہ تمام باتیں درست معلوم نہیں ہوتیں اور یہاں پر کمپیوٹر سائنس کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ اصل میں سگنلز صرف ایک طرح کا ''Representation'' اظہار کا طریقہ ہے اور اس اظہار کو کسی مختلف ذرائع کی مدد سے بھی کیا جاسکتا ہے، مثلاً مورس کوڈ (Morse Code) اس کی ایک واضح مثال ہے جس کے اندر ڈاٹ اور ڈیش کی مدد سے اشیاء یا پیغام کا اظہار کیا جاتا ہے، تاکہ مواصلاتی رابطہ کیا جائے اور پچھلی ایک صدی سے بحری جہازوں کے مواصلاتی رابطہ کے لیے اس کو استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ تو جب ہم پیغام کو مورس کوڈ میں اظہار کریں گے تو کیا ہم اس کو بھی کہیں گے کہ وہ بھی بجلی کی طرح وجود رکھتی ہیں؟! اس کو ایک اور مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً اگر ہم کرپٹو کرنسی کو بھی مورس کوڈ کے ذریعے سے ''Represent'' اظہار کر سکتے ہیں تو کیا ہم یہ کہنے لگ جائیں کہ کہ مورس کوڈ کو خاص انداز سے ترتیب دے کر ہم کرپٹو کرنسی کو محسوس اور استعمال کر سکتے ہیں؟ نہیں، کبھی نہیں۔ آیئے! ایک اور مثال سے سمجھتے ہیں۔ جب کوئی جہاز کسی مشکل میں پھنس جاتا ہے تو وہ ایس او ایس SOS کا سگنل دیتا ہے، جس کا مطلب ہے Save Our Souls or Save Our Ship اور اس کا سگنل مورس کوڈ میں یہ بنتا ہے: ... --- ... اب اس سگنل کا اظہار کمپیوٹر میں صفر اور ایک سے بھی کیا جاسکتا ہے، اس کا اظہار بجلی کے سگنلز کی مدد سے بھی کیا جاسکتا ہے، اس کا اظہار ریڈیو کی key کھول بند کر کے بھی کیا جاسکتا ہے، اس کا اظہار شیشے کو منعکس کر کے بھی کیا جاسکتا ہے، اس کا اظہار لائٹ کو کھول بند کر بھی کیا جاسکتا ہے، اور بھی اس کے اظہار کے کئی طریقے ہیں۔ تو اس اظہار کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ کوڈ بھی ایک حسی حیثیت رکھتا ہے اور اس کو خاص انداز سے ترتیب دے کر ہم اس کوڈ کو محسوس اور استعمال کر سکتے ہیں اور یہ کوڈ بجلی کی طرح اپنا ایک وجود رکھتا ہے۔

تصویر نمبر ۴ کو دیکھیے جس کے اندر ہم نے بلب کے جلنے اور بجھنے کے میکانزم کو دکھایا ہے۔ ہم آٹھ سیکنڈ کی Time Slot ٹائم سلاٹ لیتے ہیں جس کے اندر آٹھ سلاٹ ہوں گی اور ہر سلاٹ ایک سیکنڈ کی ہوگی اور اس ہر سیکنڈ میں یا تو بلب جلے گا یا بجھے گا۔ اگر بلب بجھا ہوا ہوگا تو اس کا مطلب صفر ہوگا اور اگر بلب جلا ہوا ہوگا تو اس کا مطلب ایک ہوگا۔ تو اب ہم بلب کو اس طرز پر بجھاتے اور جلاتے ہیں: بجھاؤ، جلاؤ، بجھاؤ، بجھاؤ، بجھاؤ، بجھاؤ،

بجھاؤ، بجھاؤ، جلاؤ۔ اب اس سے جو سگنل وجود میں آئے گا وہ 0001 0100 ہوگا جو کہ انگریزی حرف A کا کوڈ ہے۔ تو قارئین آپ نے دیکھا کہ ہم نے صرف بلب کو ایک خاص ترتیب سے آٹھ سیکنڈ میں بجھا جلا کر انگریزی حرف A کو حاصل کرلیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس بلب کے خاص جلنے بجھنے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلب کے اندر انگریزی حرف A موجود ہے؟ یہ بلب تو صرف انگریزی حرف A کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے اور اس حروف کا کوئی حسی وجود نہیں ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی اس خاص طرز پر بلب کو جلائے بجھائے گا اس سے مراد انگریزی حرف A ہی ہوگا۔ اسی طریقے سے ہمارے پاس بٹ کوائن کا بھی ایک کوڈ ہوگا تو اس بٹ کوائن کے کوڈ کو بھی ہم بلب کے ذریعے سے جلا بجھا کر ظاہر کرسکتے ہیں۔ تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اصل میں تو بٹ کوائن اس بلب میں اپنا وجود رکھتا ہے اور یہ بلب نہیں بلکہ بٹ کوائن ہے؟ کیا اس بلب سے وجود میں آنے والی کرنسی بٹ کوائن کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں: ''بجلی کی طرح یہ ایسا وجود رکھتی ہیں کہ انہیں محسوس کرنے کے لیے مخصوص آلات ضروری ہیں'' اور ''انہیں ایک معدوم فرضی ہندسہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا'' اور ''خاص انداز سے ان حصوں کو ترتیب دے کر اس کرنسی کو محسوس اور استعمال کیا جاسکتا ہے۔'' نہیں، ہرگز نہیں۔ اب اسی طرح سے میں یہ بلب کی خاص ترتیب آپ کو بتادوں تو کیا میں نے آپ کو حرف A منتقل کردیا اور آپ کا اس پر قبضہ ہوگیا؟

تصویر نمبر ۴: بجلی کے بلب کو جلانا اور بجھانا، تا کہ انگریزی حرف A کا اظہار کیا جاسکے جس کا بائینری Binary کوڈ 0001 0100 ہے، جبکہ اس کا ASCII کوڈ 065 ہے۔

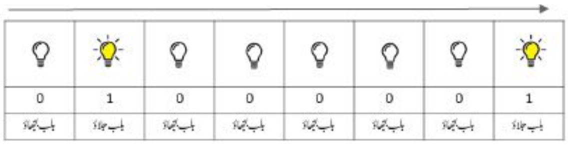

آیئے! اب ہم ایک اور طریقے سے اس ساری بات کی وضاحت کرتے ہیں۔ ڈیجیٹل Digital کے معنی مختلف انگریزی ڈکشنریوں میں یوں موجود ہے:

Cambridge Dictionary[1]

recording or storing information as a series of the numbers 1 and 0,to show that a signal.

present or absent using or relating to digital signals and computer technology.

using or relating to computers and the internet .

Merriam Webster Dictionary[2]

of, relating to, or utilizing devices constructed or working by

the methods or principles of electronics.

composed of data in the form of especially binary digits.

Collins Dictionary[3[

Digital systems record or transmit information in the form of thousands of very small signals .

ان تمام معنوں سے یہ بات واضح ہے کہ ڈیجیٹل سے مراد معلومات کو ڈیجیٹ (صفر اور ایک) کی شکل میں محفوظ کرنا اور ان ہی سگنلز کی مدد کے معلومات کی ترسیل کرنا ہے۔ (۱)

صفر اور ایک کا عدد سگنل کی غیر موجودگی اور موجودگی کو ظاہر کرے گا اور اس طرح کے سرکٹ بنانے کے لیے الیکٹرونکس ڈیوائسس کی مدد لی جاتی ہے۔ ڈیجیٹل کے متضاد جو حروف ہوگا وہ فزیکل Physical ہوگا اور اس سے مراد وہ چیز ہوگی جس کو محسوس کیا جا سکے۔ تو کمپیوٹر سائنس کی دنیا میں یہ بات بالکل ہی واضح ہے کہ ڈیجیٹل کو غیر حسی تسلیم کیا جاتا ہے اور فزیکل کو حسی تسلیم کیا جاتا ہے، یعنی ڈیجیٹل کو کسی فزیکل شے کی ورچوئل virtual فارم کو ظاہر کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، مثلاً گاڑی فزیکل طور پر موجود ہوتی ہے جس کو ہم محسوس کر سکتے ہیں، جبکہ اگر اسی گاڑی کو اگر ہم ڈیجیٹل فارم میں کمپیوٹر میں ظاہر کریں گے تو وہ اصلی گاڑی کی ورچوئل فارم یعنی مجازی فارم ہوگی، یعنی کہ جو اپنی ماہیت اور روح میں تو اصل یا حقیقی جیسی ہو یا اس سے قریب ہو مگر حقیقی نہ ہو۔ ورچوئل Virtual کے معنی مختلف انگریزی ڈکشنریوں میں یوں موجود ہے:

Cambridge Dictionary[4]

created by computer technology and appearing to exist but not existing in the physical world.

Merriam Webster Dictionary[5]

being on or simulated on a computer or computer network.

Collins Dictionary[6]

Virtual objects and activities are generated by a computer to

---

حاشیہ(۱): مواصلات یا ٹیلی کمیونیکیشنز کی دنیا میں ہم مختلف طریقوں سے ڈیٹا کی ترسیل ایک جگہ سے دوسری جگہ کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہم مورس کوڈ Morse Code کا بھی استعمال کر سکتے ہیں، اس کے لیے ہم روشنی Visible Light Communication (VLC) کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہم بجلی کے تاروں Power Line Communication (PLC) کو بھی استعمال کر سکتے ہیں، اس کے لیے ہم برقی مقناطیسی شعاؤں Electromagnetic Waves کا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ نیز یہ موضوع بہت وسیع ہے اور ہم اس کے لیے پڑھنے والوں کو مشورہ دیں گے کہ وہ کوئی بھی بنیادی مواصلات کی کتاب کا مطالعہ کر لیں، تا کہ ان کو ڈیٹا کے مختلف طریقوں سے ترسیل کے متعلق آگاہی ہو جائے۔

simulate real objects and activities.

اب سب سے پہلے تو اس بات پر اتفاق ہونا چاہیے کہ ''ڈیجیٹل'' یا ''ورچوئل'' غیرحسی اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو کہ اصل میں اور حقیقی طور پر موجود نہ ہوں اور ''فزیکل'' حسی اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کہ اصل دنیا میں موجود ہوں۔ پوری سائنسی دنیا ڈیجیٹل اور فزیکل کے ان ہی معنوں کو تسلیم کرتی ہے اور اسی تناظر میں اس کا استعمال بھی کرتی ہے۔ اب اسی تناظر میں آپ ڈیجیٹل کرنسی کو بھی لے لیں۔ اس کو ڈیجیٹل کرنسی اس وجہ سے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ حسی طور پر موجود نہیں ہوتی یا اگر آپ ورچوئل کرنسی کا نام لے لیں تو اس کو ورچوئل کرنسی اس وجہ سے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ مجازی طور پر کمپیوٹر میں موجود ہوتی ہے، نہ کہ حقیقی طور پر۔

یہاں پر میں ایک بات خدمت میں عرض کروں گا کہ جب آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ: ''بٹ کوائن حسی طور پر موجود ہوتے ہیں اور ڈیجیٹل سے مراد حسی ہے۔'' تو عرض یہ ہے کہ اس بات کی عالمی سطح پر سائنسی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ کمپیوٹر سائنس کے مسلمہ اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔ (۱)

خیر! آپ سائنسی طور پر ایک ایسا دعویٰ کر رہے ہیں جو کہ کمپیوٹر سائنس کی دنیا میں انقلاب برپا کردے گا، لہٰذا آپ اگر اپنی تحقیق کو کہ بٹ کوائن حسی طور پر موجود ہوتے ہیں اور ڈیجیٹل سے مراد حسی ہے، کمپیوٹر سائنس کے بہترین عالمی سائنسی تحقیقی جرائد مثلاً IEEE Transactions on Image Processing یا IEEE Transactions on Networking یا IEEE Transactions on Computers کو بھیجئے۔ ہمیں یقین ہے کہ چھاپنا تو درکنار آپ کی اس تحقیق کو فوراً ہی مسترد کردیا جائے گا، کیونکہ سائنسی طور پر اس بات کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔

کمپیوٹر سائنس کے شعبے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ورچوئل سے مراد غیر حقیقی (غیر حسی) کے ہیں اور خاص طور پر ہم کمپیوٹر سائنس والے اس کا استعمال اتنا کرتے ہیں کہ ہمیں اس کی وضاحت بھی نہیں کرنی پڑتی کہ ورچوئل سے کیا مراد ہے؟ مثلاً جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ورچوئل نیٹ ورک ہے تو اس سے ہماری مراد محض ایک مجازی، تخیلاتی اور غیر حقیقی (جو کہ فزیکل یعنی حسی طور پر موجود نہ ہو) مراد ہوتی ہیں۔ تو جب ہم ورچوئل کرنسی کہتے ہیں تو ہم کمپیوٹر سائنس والے فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی کرنسی ہے جو کہ حسی طور پر موجود نہیں اور ڈیجیٹل طور پر موجود ہو۔ اس پر مزید برآں کہ اس کو مؤلف بجلی کی صورت پر محمول کرکے اس کے حسی ہونے کو

حاشیہ(۱): اگر آپ کو یہ معلومات کسی کمپیوٹر سائنس جاننے والے شخص نے دی ہیں تو واللہ اعلم یا تو اس کو صرف سطحی معلومات ہیں یا پھر اس نے خیانت سے کام لیا ہے اور غلط بات آپ کو بتائی ہے یا پھر اُس کا مقصد یہ تھا کہ وہ سب سے پہلے کمپیوٹر سائنس کا ماہر بن کر علمائے کرام میں اپنا اعتماد قائم کرے اور پھر ان علمائے کرام کو غلط معلومات فراہم کرے اور پھر جب وہ علمائے کرام اُس کی رائے کی بنیاد پر اس معلومات کو عوام کے سامنے پیش کریں تو پھر کوئی لبرل اٹھ کر انہی علمائے کرام کا مذاق اڑائے کہ دیکھو! ان علمائے کرام کو تو کمپیوٹر سائنس کی بنیادی معلومات بھی نہیں ہیں۔

بھی ثابت کررہے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ تمام سائنسدان بجلی کو فزیکل عمل Physical Phenomenon کہتے ہیں اور بجلی کوئی تخیلاتی شے کا نام نہیں، بلکہ حسی طور پر موجود ہوتی ہے۔

پھر یہاں پر دوسرا بنیادی نقطہ سمجھنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ کمپیوٹر میں ہم صفر اور ایک (یعنی بجلی کے سگنلز) کی مدد سے چیزوں کو ظاہر Represent کرتے ہیں۔ اس سے قطعاً یہ مراد نہیں ہوتی کہ یہ صفر اور ایک عدد واقعی میں فزیکل طور پر اصل شے کی حقیقت دھار لیتے ہیں۔ آیئے! اس کو ایک بہت ہی آسان سی مثال سے سمجھتے ہیں، مثلاً ہمارے پاس ایک سیب ہے، اب اس سیب کو ہم کاغذ پر بناتے ہیں اور اس کا اظہار صفر اور ایک سے کرتے ہیں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ ہم صفر اور ایک کے اظہار کے ساتھ سیب کو نہ صرف یہ کہ کاغذ پر اظہار کرسکتے ہیں، بلکہ اگر وہ صفر اور ایک کا خاص کوڈ کسی کو دیں تو وہ بھی کاغذ پر وہی تصویر سیب کی بناڈالے گا۔ اس مثال کو آسانی سے سمجھانے کے لیے ہم نے تصویر نمبر ۵ کا سہارا لیا ہے، جس کے اندر ہم انگریزی حرف L کو مثال کے طور پر لے رہے ہیں۔ سب سے پہلے ہم نے انگریزی حرف L کو لیا، پھر اس کے گرد ایک گرڈ بنائی 2x2 کی۔ پھر اس گرڈ میں جہاں پر انگریزی حرف L آرہا تھا وہاں پر ایک لکھ دیا اور جہاں پر جگہ خالی تھی وہاں پر صفر لکھ دیا۔ تو اس سے جو ہمیں کوڈ حاصل ہوا وہ 1011 تھا، پھر اسی کوڈ کو ہم نے ڈی کوڈ کیا تو ہمارے پاس ایک شکل آگئی، جو کہ انگریزی حرف L کی اتنی مشابہ نہیں تھی۔ پھر ہم نے وہی حرف دوبارہ لیا اور گرڈ سائز کو 5x5 تک بڑھادیا۔ قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ جیسے جیسے ہم گرڈ سائز بڑھاتے ہیں، ہم آسانی کے ساتھ اصل انگریزی حرف L کا اظہار آسانی سے کرسکتے ہیں۔ جب ہم نے گرڈ سائز 11x11 کیا تو ہمیں انگریزی حرف L کی واضح تصویر مل رہی ہے۔ اسی کو کمپیوٹر کی زبان میں Resolution کہتے ہیں۔ جتنا زیادہ گرڈ سائز ہوتا ہے یعنی Resolution، اتنی ہی زیادہ تصویر کی کوالٹی اعلیٰ ہوتی ہے۔ تو اسی طریقے سے ہر چیز کا اظہار کمپیوٹر کے اندر کیا جاتا ہے۔ ابھی تو ہم نے صرف صفر اور ایک کا ہندسہ لیا، اگر ہم ۲۵۶ ہندسوں کو لے لیں اور ہر ہندسے سے مراد ایک کلر ہو تو ہم کلر تصویروں کا اظہار کمپیوٹر پر کرسکتے ہیں اور یہ بہت ہی بنیادی چیز ہوتی ہے جو کہ ہر کمپیوٹر سائنسدان کو معلوم ہوتی ہے۔ تو اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر ہم ایک حقیقی سیب لیں اور اس کو کوڈ کی شکل میں کمپیوٹر پر محفوظ کریں تو اس سیب کی تصویر کو ہم کمپیوٹر پر نہ صرف یہ کہ محفوظ کرسکتے ہیں، بلکہ وہ کوڈ ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیج بھی سکتے ہیں، مگر یہ کوڈ کبھی بھی حقیقی سیب نہیں کہلائے گا اور اگر کسی کے پاس اس سیب کا کوڈ ہے تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ وہ اس سیب کا مالک ہے اور اس کا اس حقیقی سیب پر قبضہ ہے۔ بس یہی صورت کرپٹو کرنسی کی بھی ہے، لہٰذا ہماری رائے میں یہ کہنا کہ کرپٹو کرنسی حسی طور پر موجود ہوتی ہے اور ہم اس کو محسوس اور استعمال کرسکتے ہیں اور یہ کوڈ بجلی کی طرح اپنا ایک وجود رکھتا ہے، یہ بات درست نہیں ہے۔

تصویر نمبر ۵: انگریزی حرف L کا کمپیوٹر کے اندر صفر اور ایک سے اظہار کا طریقہ

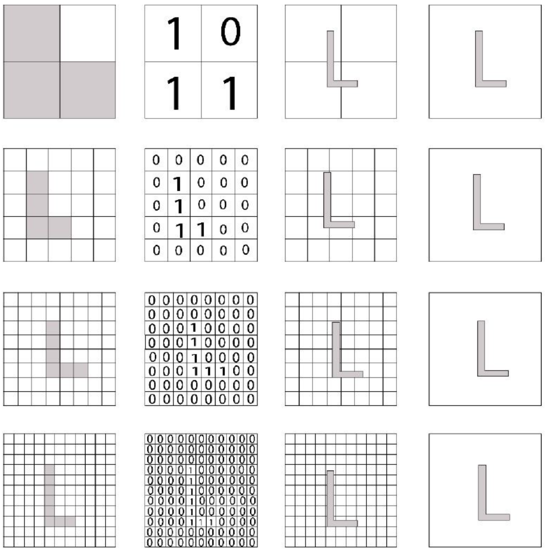

دیکھیے! بنیادی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ اگر ایک سیب کی ڈیجیٹل تصویر ہے تو آپ اس کا اظہار ایک مخصوص کوڈ یعنی صفر اور ایک کی ایک خاص ترتیب سے کررہے ہیں۔ آپ اس سیب کی ڈیجیٹل تصویر کو ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر پر منتقل کرسکتے ہیں، اسی سیب کی ایک جیسی ہزاروں نقل بنا سکتے ہیں، مگر اس ڈیجیٹل سیب کی تصویر کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کرسکتے، کیونکہ اس مخصوص کوڈ کو ہر کوئی اپنے کمپیوٹر پر اظہار کرسکتا ہے۔ اس مسئلے کو ذہن میں رکھتے ہوئے کمپیوٹر سائنسدان این ایف ٹی کا تصور لے کر آئے، جس کے اندر ہم اپنے اس ڈیجیٹل اثاثے کے اس خاص کوڈ کو بلاک چین پر رجسٹرڈ کریں گے کہ یہ سیب کی ڈیجیٹل تصویر فلاں شخص کی ملکیت ہے، تو اب اگر کوئی شخص اس جیسے سیب کی نقل بناتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ڈیجیٹل سیب کی تصویر اس کی ملکیت ہے تو ہم اس کو بلاک چین کے کھاتے میں دیکھ کر بتائیں گے کہ نہیں یہ تو فلاں شخص کی ملکیت ہے، یعنی تصویر تو یقیناً ایک جیسی ہی ہے، مگر چونکہ کھاتے میں اس شخص کی ملکیت لکھی ہے تو ہم اس کی ملکیت تصور کریں گے۔ اب پھر یہاں پر وہی مسئلہ آتا ہے کہ یہ کھاتا بنانے والا کوئی حکومتی ادارہ نہیں ہے تو اس کی قانونی اور شرعی حیثیت قابلِ اعتبار ہوگی کہ نہیں؟

مغالطہ نمبر ۳: کرپٹوکرنسی کا نہ صرف یہ کہ انتقال ہوتا ہے، بلکہ قبضہ بھی ہوتا ہے؟

ایک مغالطہ یہ ہے کہ کرپٹوکرنسی کا نہ صرف یہ کہ انتقال ہوتا ہے، بلکہ قبضہ بھی ہوتا ہے۔

جواب: کرپٹوکرنسی کا نہ صرف یہ کہ انتقال ہوتا ہے، بلکہ قبضہ بھی ہوتا ہے، اس دلیل کو قائم کرتے

ہوئے فقہی مقالہ ''ورچول کرنسیوں کی شرعی حیثیت'' میں یہ لکھا ہے:

''اسے ایک مثال کے ذریعے سمجھتے ہیں۔ زید کے پاس ایک ٹرانزیکشن (معلومات کا مجموعہ) ہے جس کی قیمت ایک بٹ کوائین ہے۔ مثال کے طور پر اس ٹرانزیکشن کا کوڈ 01000010 ہے۔ زید کے پاس ایک اور کوڈ ہے جسے پرائیوٹ '' کی'' کہتے ہیں جو کہ abcdef123 کوڈ کی شکل میں ہے۔ اس ٹرانزیکشن کی نقل دنیا کے ہر صارف کے پاس موجود ہے۔ زید اس ٹرانزیکشن کو خالد کو منتقل کرنا چاہتا ہے۔ زید اپنی پرائیوٹ '' کی'' کے ذریعے اس ٹرانزیکشن کو خالد کے ایڈریس 1234 پر بھیجتا ہے۔ ٹرانزیکشن میں ملکیت زید کی درج تھی، اس نے ملکیت تبدیل کر کے خالد کا ایڈریس ڈالا، یہ کام اس نے اپنے کمپیوٹر میں کیا۔ اب اس کے پاس بعینہٖ 01000010 کوڈ والی ایک نئی ٹرانزیکشن آ گئی (کیوں کہ پچھلی غائب تو ہو ہی نہیں سکتی، بلاک چین میں غائب ہونے کا تصور ہی نہیں ہے) جس میں خالد کی ملکیت درج ہے۔ اس ٹرانزیکشن کی نقول بننا شروع ہوں ا اور یہ نیٹ ورک کے ذریعے ہر کمپیوٹر میں پہنچ گئی جن میں ایک خالد کا کمپیوٹر بھی ہے۔

اب ٹرانزیکشن 01000010 خالد کے پاس ہے، لیکن اس کا سفر تمام ہو چکا ہے۔ یہ مزید آگے نہیں جا سکتی ورنہ ایک کوڈ والی دو ٹرانزیکشن جمع ہو جائیں گی۔ حقیقت میں یہ ٹرانزیکشن بھی دنیا میں ہر صارف کے پاس ہے، لیکن اس کو استعمال کرنے والی '' کی'' صرف خالد کے پاس ہے جو کہ qwerty123 ہے۔ ٹرانزیکشن کے اندر اس کے مالک کی شناخت بدل چکی ہے اور خالد کا اس پر قبضہ ہو چکا ہے، اس معنی میں کہ اب وہ ہی اسے استعمال کر سکتا ہے۔ چونکہ یہ خالد کے قبضے میں ہے، اس لیے ہم اس کے پاس موجود ٹرانزیکشن کو اصل اور باقی دنیا میں موجود ٹرانزیکشنوں کو اس کی نقل کہیں گے۔

اب خالد ٹرانزیکشن 01000010 کو بکر کو منتقل کرنا چاہتا ہے۔ خالد کے پاس آ کر یہ ٹرانزیکشن از خود (یعنی سافٹ وئیر یہ کام کرتا ہے) ایک نئی ٹرانزیکشن میں تبدیل ہو چکی ہے جس کا کوڈ 10111101 ہے۔ اس کا کوڈ مختلف ہے، لیکن قیمت اس کی وہی ایک بٹ کوئین ہے (بالکل اس طرح جیسے سونے کے ایک تولے کی ڈلی کو ایک سکے کی شکل دے دی جائے تو اس کی حیثیت و قیمت وہی رہتی ہے)۔ خالد اپنی اس ٹرانزیکشن کو اپنی پرائیوٹ '' کی'' کے ذریعے بکر کو منتقل کرتا ہے۔ ایک بار پھر تمام عمل جاری ہوتا ہے اور ٹرانزیکشن بکر سمیت دنیا کے ہر کمپیوٹر میں اس حالت میں پہنچ جاتی ہے کہ اس پر قبضہ بکر کا ہے۔ ٹرانزیکشن 10111101 کا سفر بھی تمام ہوا اور وہ اگلے کوڈ 11110000 میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اس مکمل تفصیل کے مطابق یہ کہنا کہ صرف ایک عالمی ریکارڈ میں نام تبدیل ہوتا ہے، مکمل طور پر غلط ہے۔ اس کا باقاعدہ انتقال ہوتا ہے اور قبضہ ہوتا ہے۔‘‘

(مفتی اویس پراچہ صاحب، ورچول کرنسیوں کی شرعی حیثیت، صفحہ: ۲۵۳ اور ۲۵۴)

ہم نے مغالطہ نمبر ۲ کے جواب میں پہلے ذکر کیا ہے کہ سائنسی طور پر یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ڈیجیٹل یا ورچول سے مراد حسی نہیں ہوتا۔ اب چونکہ کمپیوٹر کے اندر ہم حقیقی اشیاء کا اظہار کر رہے ہیں تو محض اس اظہار کے کوڈ کو ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر پر بھیجنے سے اس حقیقی شے کا انتقال اور قبضہ نہیں ہو جائے گا، ہاں! البتہ ڈیجیٹل اثاثہ مثلاً ڈیجیٹل تصویر، ویڈیو وغیرہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی ٹرانزیکشن واقع ہوتی ہے، یعنی زید نے بکر کو آن لائن پیسے ٹرانسفر کیے تو مروجہ بینکوں کی اصطلاح میں دیکھیں تو اسے کہا جائے گا کہ بینک کا ڈیٹا بیس اپڈیٹ ہو گیا ہے، اسی طرح بلاک چین کے تناظر میں لیجر یعنی کھاتہ کی اسٹیٹ اپڈیٹ ہوتی ہے یا آسان الفاظ میں عالمی ریکارڈ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹرانزیکشن ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئی۔ تو آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ بٹ کوائن ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہے، یہ بات اس طرح سے نہیں ہے جس طرح آپ نے لکھی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ کو مغالطہ ہوا کہ ’’پبلک کی‘‘ اور ’’پرائیوٹ کی‘‘ کے تصور کو سمجھنے میں آپ ہی کی حوالہ دی گئی کتاب میں سے ہم نے ذیل کے یہ اقتباسات نقل کیے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ’’پبلک کی‘‘ یہ آپ کے بینک اکاؤنٹ نمبر سے ملتی جلتی ہے اور ’’پرائیوٹ کی‘‘ آپ کے پاس ورڈ یا خفیہ پن یا دستخط کی طرح ہے۔

‘‘Keys come in pairs consisting of a private(secret(key and a public key. Think of the public key as similar to a bank account number and the private key as similar to the secret PIN, or signature on a check, that provides control over the account. These digital keys are very rarely seen by the users of bitcoin. For the most part, they are stored inside the wallet file and managed by the bitcoin wallet software ."

‘‘In bitcoin, we use public key cryptography to create a key pair that controls access to bitcoin. The key pair consists of a private key and—derived from it—a unique public key. The public key is used to receive funds, and the private key is used to sign transactions to spend the funds[7].’’

’’کی‘‘ دو جوڑوں پر مشتمل ہوتی ہے، ایک ’’پبلک کی‘‘ اور دوسری خفیہ یعنی ’’پرائیوٹ کی۔‘‘

’’پبلک کی‘‘ کے بارے میں سوچیں کہ بینک اکاؤنٹ نمبر سے ملتی جلتی ہے اور ’’پرائیوٹ کی‘‘ کو خفیہ PIN کی طرح، یا چیک پر دستخط کی طرح، جو آپ کو اکاؤنٹ پر کنٹرول فراہم کرتا ہے۔ یہ ڈیجیٹل کیز بٹ کوائن استعمال کرنے والوں کے عام طور پر دیکھنے میں نہیں آتیں۔ زیادہ تر یہ والٹ فائل کے اندر محفوظ ہوتی ہیں اور بٹ کوائن والٹ سافٹ ویئر اس کا انتظام سنبھالتا ہے۔

بٹ کوائن کے اندر، ہم پبلک کی کرپٹوگرافی کا استعمال کرتے ہوئے ’’کی‘‘ کے جوڑے بناتے ہیں، جو کہ ہماری بٹ کوائن تک ہماری رسائی کو ممکن بناتے ہیں۔ ’’کی‘‘ کا جو جوڑا ہوتا ہے وہ ’’پرائیوٹ کی‘‘ پر مشتمل ہوتا ہے اور پھر اسی سے ایک انفرادی ’’پبلک کی‘‘ بھی بنائی جاتی ہے۔ ’’پبلک کی‘‘ کی مدد سے ہم فنڈ حاصل کرتے ہیں، جب کہ ’’پرائیوٹ کی‘‘ کی مدد سے ٹرانزیکشن کو سائن کرتے ہیں، تاکہ فنڈ کو خرچ کرسکیں۔

‘‘When you first buy cryptocurrency, you are issued two keys: a public key, which works like an email address(meaning you can safely share it with others, allowing you to send or receive funds (and a private key, which is typically a string of letters and numbers(and which is not to be shared with anyone*.(You can think of the private key as a password that unlocks the virtual vault that holds your money.*As long as you and only you have access to your private key, your funds are safe and can be managed anywhere in the world with an internet connection[8]."

جب آپ پہلی بار کرپٹوکرنسی خریدتے ہیں، تو آپ کو دو ’’کیز‘‘ جاری کی جاتی ہیں: ایک ’’پبلک کی‘‘، جو ایک ای میل ایڈریس کی طرح کام کرتی ہے (یعنی آپ اسے دوسروں کے ساتھ بلا جھجک شیئر کرسکتے ہیں، اور اس کی مدد سے آپ فنڈ کو وصول اور بھیج سکتے ہیں) اور ایک ’’پرائیوٹ کی‘‘، جو عام طور پر حروف اور اعداد پر مشتمل ہوتی ہے (اور جسے کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرنا ہوتا ہے)۔ آپ ’’پرائیوٹ کی‘‘ کو پاس ورڈ کے طور پر سوچ سکتے ہیں جو آپ کے پیسے رکھنے والے ورچوئل والٹ کو کھول دیتا ہے۔ جب تک آپ اور صرف آپ کو اپنی ’’پرائیوٹ کی‘‘ تک رسائی حاصل ہے، آپ کے فنڈز محفوظ ہیں اور انٹرنیٹ کنکشن کے ساتھ دنیا میں کہیں بھی ان تک رسائی اور انتظام کیا جاسکتا ہے۔

مغالطہ نمبر ۴: جواز کے قائل مفتیانِ کرام کی رائے پر عوام عمل کر سکتے ہیں؟

یہ مغالطہ بھی ہے کہ ’’کچھ مفتیانِ کرام نے کرپٹو کرنسی کو جائز قرار دیا ہے، لہٰذا چونکہ اختلافِ امت رحمت ہے تو عوام الناس ان مفتیانِ کرام کی رائے پر بھروسہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ کرپٹو کرنسی اور این ایف ٹی کو استعمال کریں بلکہ اس میں بلا کسی تردد کے سرمایہ کاری بھی کریں۔‘‘

جواب: تو اس سلسلے میں عوام کے لیے اصول یہ ہے کہ وہ ہر مسئلے میں جمہور علمائے کرام کی رائے پر عمل کریں گے۔ اگر کسی عالم کی اپنی ایک رائے ہے تو وہ تفرُّد کہلائے گا اور ہم ان کی رائے کا بھی احترام کریں گے، مگر عوام کے ذمے لازم ہے کہ وہ کسی بھی مسئلے میں جمہور علمائے کرام کی ہی رائے پر عمل کریں، لہٰذا جمہور علمائے کرام چونکہ کرپٹو کرنسی کو سٹے بازی کہتے ہیں، لہٰذا عوام کو ان علمائے کرام کی رائے پر عمل کرتے ہوئے کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری اور لین دین سے احتراز کرنا چاہیے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]Cambridge Dictionary, https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/digital.

[2]Marriam Webster Dictionary, https://www.merriam-webster.com/dictionary/digital.

[3]Collins Dictionary, https://www.collinsdictionary.com/dictionary/english/digital.

[4]Cambridge Dictionary, https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/virtual.

[5]Marriam Webster Dictionary, https://www.merriam-webster.com/dictionary/virtual.

[6]Collins Dictionary, https://www.collinsdictionary.com/dictionary/english/virtual.

[7]Andreas M. Antonopolos, Mastering Bitcoin, 2nd Edition, Chapter 4,Page, O'Reilly, June 2017.https://www.oreilly.com/library/view/mastering-bitcoin-2nd/9781491954379/ch04.html

[8]https://www.coinbase.com/learn/crypto-basics/what-is-a-private-key.

(جاری ہے)

حضرت مولانا عبید اللہ احرارؒ

مولانا مسعود الرحمٰن شمسی
فاضلِ جامعہ

گزشتہ دنوں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر کے قدیم اور ہزاروں شاگردوں کے محبوب استاذ، ممتاز عالم دین، استاذ محترم حضرت مولانا عبید اللہ احرار صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختصر علالت کے بعد کراچی کے ایک ہسپتال میں اللہ کو پیارے ہوگئے، إنا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

استاذ محترم انتہائی ہنس مکھ، ملنسار، شفقت ومسکنت کے پیکر، اور مرنجاں مرنج انسان تھے۔ استاذ جی کی پیدائش پنجاب کے علاقے لودھراں (کہروڑپکا) کے ایک گاؤں میں ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔ گاؤں کے قریبی ایک مدرسے میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی، اور اس کے بعد درسِ نظامی کی ابتدائی تعلیم کے لیے ملک کی مشہور دینی درس گاہ باب العلوم کہروڑپکا میں داخلہ لیا۔ کچھ عرصہ یہاں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہیں سے ۱۹۷۸ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ اس کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت اور معیت میں جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ دوسری جانب جامع مسجد سراج المساجد ملیر ۱۵ میں مسندِ امامت وخطابت پر متمکن ہوئے۔ ۱۹۸۸ء میں مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر تشریف لے آئے اور پھر جامعہ کے ہی ہوکر رہ گئے اور تادمِ واپسیں مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر شاخ جامعہ بنوری ٹاؤن میں تدریس کے ساتھ ساتھ دیگر خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ آپ بہترین مجود قاری اور وفاق المدارس العربیہ ضلع ملیر کے مسئول اور بہترین منتظم بھی تھے۔

استاذ جی اپنے بعض اساتذہ کے کہنے پر تبرکاً وتفاؤلاً سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے نسبت کرکے اپنے نام کے ساتھ احرار کا لاحقہ لگاتے تھے۔ یہ لاحقہ آپ کے نام کے ساتھ ایسا جڑ گیا تھا کہ آپ طلباء اور اساتذہ کے درمیان احرار صاحب سے ہی مشہور ہوگئے تھے۔

بندہ نے ۱۹۹۷ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ رحمانیہ بلال کالونی

کورنگی میں اعدادیہ سال اول میں داخلہ لیا، اسباق شروع ہوئے تو پہلے گھنٹے میں ایک صاف ستھرے سفید لباس میں ملبوس، اُجلا سفید رومال سر پر ڈال کر دونوں اطراف شانوں پر لٹکائے، گندمی رنگت، سیاہ ریش، دراز قد شخصیت کلاس میں تشریف لائی، پتہ چلا کہ یہ مولانا عبیداللہ احرار صاحب ہیں اور ہمیں تجوید پڑھائیں گے۔ پہلے ہی دن طلبہ سے قرآن کریم کی تلاوت سنی اور پھر مجھے حکم دیا کہ میں کلاس میں نورانی قاعدہ پڑھاؤں۔ یوں ایک ترتیب بن گئی۔ استاذ محترم روز کلاس میں تشریف لاتے اور ان کی موجودگی میں بندہ کلاس کے ساتھیوں کو اجتماعی طور پر قاعدہ پڑھاتا۔ یہ استاذ جی سے بندہ کا پہلا تعارف تھا۔ یہ وہ دور تھا جب جامعہ بنوری ٹاؤن کی شاخ مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر کے حالات کچھ نامساعد تھے، شعبۂ کتب کا تدریسی عمل انتظامی طور پر مدرسہ عربیہ ملیر سے مدرسہ رحمانیہ بلال کالونی منتقل کیا گیا تھا، اسی اثناء میں حضرت استاذ محترم کا تبادلہ وہاں کیا گیا تھا۔ ایک سال تک یہ صورت حال رہی۔ پھر جب بندہ نے اعدادیہ اول سے خامسہ تک کے درجات مدرسہ رحمانیہ میں مکمل کیے تو درجہ سادسہ کے لیے ہماری پوری کلاس کو مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر بھیج دیا گیا، جہاں دیگر اساتذہ کرام کے علاوہ ایک بار پھر حضرت مولانا عبیداللہ احرارؒ سے استفادے کا موقع ملا۔ استاذ جی ہمیں دیوانِ حماسہ پڑھاتے تھے، جو تیسری صدی ہجری کے مشہور شاعر اور ادیب ابوتمام حبیب بن اوس ۲۳۰ھ کے مرتب کردہ عربی کے شعری ادب کا کلاسیکل شہ پارہ ہے۔ ہمیں حضرت عربی ادب کی دیوانِ حماسہ پڑھاتے تھے، مگر استاذ جی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عربی ادب کے ساتھ ساتھ اردو ادب کا بھی بڑا اچھا ذوق عطا فرمایا تھا، چنانچہ دیوانِ حماسہ کے اشعار کی لفظی تحقیق کے بعد اپنے مخصوص انداز میں ایسا بہترین بامحاورہ ترجمہ فرماتے کہ دل باغ باغ ہوجاتا۔ ۱۲۵ طلبہ کی کلاس کو جب آپ ظہر کے بعد والے پیریڈ میں پڑھاتے اور دھیمی دھیمی آواز میں دیوانِ حماسہ کے اشعار کا بامحاورہ ترجمہ فرماتے تو کانوں میں رس گھول دیتے اور ظہر کے بعد کی کلاس کی روایتی سستی کافور ہوجاتی اور تن بدن میں چستی کی ایک لہر سی دوڑ جاتی اور طلباء کا پیاں نکال کر لکھنا شروع کردیتے۔ اس دوران سبق کی مناسبت سے جابجا اردو کے اشعار بھی برجستہ پڑھتے جاتے۔

اعلیٰ اخلاق اور منکسر مزاجی کا یہ عالم تھا کہ کبھی استاذ جی کو غصے سے بات کرتے نہیں دیکھا، ظرافتِ طبع کا یہ عالم تھا کہ بات کرکے خود صرف مسکرادیتے اور مجمع کے قہقہے چھوٹ جاتے۔ ایک مرتبہ مدرسہ رحمانیہ شاخِ جامعہ میں تقریری مقابلے کے نتائج سنانے سے پہلے فرمایا: ہم نے مقررین کا بڑی باریک بینی بلکہ ''خورد بینی'' سے جائزہ لیا ہے۔ پھر دورانِ تقریر طلبہ سے ہونے والی الفاظ کی غلطیوں کی نشاندہی کرکے اصلاح فرماتے۔ ایک موقع پر جامعہ میں قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے سلسلے میں طلبہ میں ترغیبی بیان فرمایا، بیان کا آغاز ان الفاظ میں فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے گوشت اور کھال کو جمع فرمایا۔

استاذ جی کی حاضر جوابی اور برجستگی بھی کمال تھی، چنانچہ جب ہم درجہ سادسہ کے لیے مدرسہ عربیہ

اسلامیہ ملیر شاخ جامعہ گئے تو وہاں کے ایک پرانے طالب علم نے استاذ جی سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ: استاذ جی! یہ آپ کے پرانے شاگرد ہیں تو استاذ جی نے مجھ سے فرمایا: آپ نے کہاں مجھ سے پڑھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مدرسہ رحمانیہ میں، اور اس وقت ہم چھوٹے ہوا کرتے تھے۔ یہ سنتے ہی استاذ جی نے برجستہ فرمایا: اچھا ماشاء اللہ آپ کبھی چھوٹے بھی ہوا کرتے تھے؟!۔ استاذ جی کے اس ایک جملے سے ان کی برجستگی، ایک طالب علم سے اظہارِ شفقت اور بڑوں سے بات کرتے ہوئے الفاظ کے چناؤ میں احتیاط کی تلقین معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے مدارس میں اور بالخصوص جامعہ اور شاخہائے جامعہ میں سال کے آخر میں طلبہ کے مابین تقریری مقابلے ہوتے ہیں، ان مقابلوں کے دو مرحلے ہوتے ہیں، پہلے مرحلے کو طلباء کی اصطلاح میں چھوٹا مقابلہ اور دوسرے مرحلے کو بڑا مقابلہ کہا جاتا ہے۔ ہماری کلاس کے طلبہ کے مابین چھوٹا تقریری مقابلہ تھا، استاذ جی بطور مہمانِ خصوصی مدعو تھے، جیسے ہی استاذ جی مجلس میں تشریف لائے تو اسٹیج سیکرٹری نے استاذ جی کے استقبال میں اشعار پڑھے، اشعار کچھ یوں تھے:

اے بادِ صبا کچھ تو نے سنا مہمان جو آنے والے ہیں
کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم پلکیں بچھانے والے ہیں

لیکن اسٹیج سیکرٹری سے دوسرے مصرع میں سبقت لسانی ہوگئی اور انہوں نے یوں کہا:

کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم کانٹے بچھانے والے ہیں

یہ سنتے ہی استاذ جی نے اسٹیج سیکرٹری کی طرف دیکھتے ہوئے برجستہ فرمایا: حقیقت ظاہر ہو ہی جاتی ہے اور مجلس قہقہوں سے گونج اُٹھی۔

استاذ جی نے دورہ حدیث کی تکمیل جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کی تھی۔ آپ مفکرِ اسلام حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید و خادمِ خاص اور ان کے عاشقِ زار تھے۔ استاذ جی فرماتے تھے کہ: مفتی صاحب نماز کے لیے وضو بنا رہے تھے، وضو سے فارغ ہوئے تو میں نے منہ ہاتھ پونچھنے کے لیے رومال پیش کیا اور کسی نے مشینی ذبح سے متعلق تحریری سوال کیا، مفتی صاحب نے کھڑے کھڑے عدمِ جواز لکھ دیا۔ فرماتے تھے کہ: یہ بظاہر مختصر تحریر تھی، لیکن بعد میں یہ مختصر تحریر علمی دنیا میں معرکہ آرا ثابت ہوئی۔ اور پھر یہ شعر پڑھتے تھے:

محمود کی عظمت کو ترازو میں نہ تولو ‏ ‏ ‏ ‏ محمود تو ہر دور میں انمول رہا ہے

استاذ جی نے سوگواروں میں ایک بیوہ، چار صاحبزادے قاری خبیب احرار، مولوی صہیب احرار، طالب علم شعیب احرار اور قاری عبدالستار احرار، چار صاحبزادیاں اور ہزاروں شاگرد چھوڑے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ استاذ جی کی تمام خدماتِ دینیہ اور مساعیِ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں، ان کی اولاد اور ہزاروں شاگردوں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں، آمین۔

کلیئرنگ فارورڈنگ کمپنی کا مختلف بروکروں سے کام کروانا

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں:

ہماری ایک کلیئرنگ فارورڈنگ کی کمپنی ہے، جس کے ذریعہ مختلف ملکوں سے مختلف پارٹیوں کے سامان بھرے کنٹینرز کو ہم پاکستان کسٹم سے کلیئر کروا کر افغانستان بھیجتے ہیں، کنٹینر کلیئرنگ میں پانچ یا چھ کام ہوتے ہیں:

۱: کراچی کسٹم سے کلیئر کرانا

۲: شپنگ کمپنی سے کلیئر کرانا

۳: پورٹ سے کلیئر کرانا

۴: کراچی سے بارڈر تک کی ٹرانسپورٹ

۵: بارڈر کے کسٹم سے کلیئر کروانا۔

اس کے علاوہ بھی چھوٹے موٹے کام ہوتے ہیں، اب پارٹی سے تو سارے پیسے ہم لیتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ پانچ چیزوں میں سے کچھ کام ہم خود کروادیتے ہیں، اور کچھ باہر بروکروں سے کروادیتے ہیں، مثال کے طور پر کراچی کسٹم کا کام، پورٹ کا کام، اور کچھ چھوٹے موٹے کام ہیں وہ میں کرواتا ہوں، باقی ٹرانسپورٹ کا اپنا بروکر ہوتا ہے، پانچ ہزار ہر گاڑی پر لیتا ہے، شپنگ کا اپنا بروکر ہوتا ہے، وہ شپنگ لائن کے حساب سے کمیشن لیتا ہے، وہ الگ الگ ہے۔

شپنگ لائنوں کے نام اور کمیشن فی الحال ریٹ درج ذیل ہیں:

YML: پچیس ہزار

Merchant: دس ہزار

Hyundai: چالیس ہزار

Evergreen: پینتالیس ہزار

Cosco: پندرہ ہزار

اس کے علاوہ بھی کئی اور شپنگ کمپنیاں ہیں، ہر ایک کے ریٹ مختلف ہوتے ہیں۔

اور بارڈر کلیئرنگ کا پنا ایجنٹ ہے، وہ بھی سات ہزار یا دس ہزار کمیشن لیتا ہے۔

ابھی کسی نے بتایا کہ یہ جو بروکرز کو کام دے رہے ہو، یہ صحیح نہیں ہے، یہ سارا کام آپ نے کرنا ہے، لیکن یہ ممکن نہیں ہے، جتنا کمیشن ہم بروکرز کو دیتے ہیں، اتنا ہی پارٹی سے لیتے ہیں، اس میں غلطی کہاں ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: کفایت اللہ حنفی

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

واضح رہے کہ کلیئرنگ فارورڈنگ کمپنی کی شرعی حیثیت اجیرِ عام کی ہوتی ہے، اجیرِ عام اُجرت کا حقدار شرعاً اس وقت ہوتا ہے، جبکہ وہ کلائنٹ کی جانب سے دی گئی ذمہ داری ادا کردے، اجیرِ عام پر سارا کام بذاتِ خود انجام دینا شرعاً ضروری نہیں ہوتا، بلکہ مجوزہ کام کی تکمیل اس پر لازم ہوتی ہے، پس اگر وہ اپنی مجوزہ ذمہ داری پوری کرنے میں کسی اور سے معاونت لیتا ہے، تو شرعاً اس کی اجازت ہوتی ہے، الا یہ کہ کلائنٹ اسے پابند کردے کہ مجوزہ کام تمہیں ہی کرنا ہے، اس صورت میں اجیرِ عام کے لیے کسی اور سے کام کروانے کی شرعاً اجازت نہیں ہوتی، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں سائل یا اس کا ادارہ کلیئرنگ فارورڈنگ کی جو ذمہ داری لیتا ہے، اور مجوزہ کاموں میں کچھ کام سائل یا اس کا ادارہ بذاتِ خود کرتا ہے، اور کچھ کام مختلف بروکروں سے کرواتا ہے، تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔

''رد المحتار علی الدر المختار''میں ہے:

'' (الأجراء على ضربين: مشترك وخاص، فالأول من يعمل لا لواحد) كالخياط ونحوه (أو يعمل له عملا غير مؤقت) كأن استأجره للخياطة في بيتهٖ غير مقيدة بمدة كان أجيرا مشتركا وإن لم يعمل لغيرهٖ (أو موقتاً بلا تخصيص) كأن استأجرهٗ ليرعٰى غنمه شهرا بدرهم كان مشتركا، إلا أن يقول: ولا ترعى غنم غيري وسيتضح.

''وفي جواهر الفتاوى: استأجر حائكا لينسج ثوباً ثم آجر الحائك نفسه من آخر للنسج صح كلا العقدين؛ لأن المعقود عليه العمل لا المنفعة (ولا يستحق المشترك الأجر حتى يعمل كالقصار ونحوهٖ) كفتال وحمال ودلال وملاح (قولهٗ: من يعمل لا لواحد) قال الزيلعي: معناه من لا يجب عليه أن يختص بواحد عمل لغيره أو لم يعمل، ولا يشترط أن يكون عاملا لغير واحد، بل إذا عمل لواحد أيضاً فهو مشترك إذا كان بحيث لا يمتنع ولا يتعذر عليه أن يعمل لغيره... (قوله: وفي جواهر الفتاوى إلخ) أراد به التنبيه على حكم الأجير المشترك والمعقود عليه، قال الزيلعي: وحكمهما

أي المشترك والخاص أن المشترك لهٗ أن يتقبّل العمل من أشخاص؛ لأن المعقود عليه في حقه هو العمل أو أثره فكان له أن يتقبل من العامة؛ لأن منافعه لم تصر مستحقة لواحد، فمن هٰذا الوجه سمي مشتركا والخاص لايمكنه أن يعمل لغيره؛ لأن منافعه في المدة صارت مستحقة للمستأجر والأجر مقابل بالمنافع ولهٰذا يبقى الأجر مستحقا وإن نقض العمل .

"قال أبو السعود: يعني وإن نقض عمل الأجير رجل، بخلاف ما لو كان النقض منه فإنه يضمن كما سيأتي (قوله حتى يعمل) ؛ لأن الإجارة عقد معاوضة فتقتضي المساواة بينهما، فما لم يسلم المعقود عليه للمستأجر لايسلم له العوض والمعقود عليه هو العمل أو أثره على ما بينا، فلا بد من العمل ز يلعي والمراد لا يستحق الأجر مع قطع النظر عن أمور خارجية... الخ''

(كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير : ٦٤/ ٦، ط: دار الفكر)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد شفیق عارف	محمد داؤد	سید مزمل حسن
		دارالافتاء

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نقد و نظر

نقد و نظر

ادارہ

اندھیروں سے اُجالے تک (جلداول)

جناب ڈاکٹر محمد آصف صاحب۔صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت، مجلس احرارِ اسلام، پاکستان۔ ملنے کا پتا: مرکزی دفتر: دار بنی ہاشم، ایم. ڈی. اے چوک، ملتان۔رابطہ نمبر: 061-4511961

ایسے کتنے خوش نصیب لوگ ہیں جو پیدا تو کفر کی آغوش میں ہوئے، لیکن نورِ اسلام کی چمک نے انہیں اپنے دامن میں لے لیا۔مؤلفِ کتاب جناب ڈاکٹر محمد آصف صاحب بھی قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ قادیانیت کے داعی اور مبلغ بھی رہ چکے ہیں۔ قادیانیت کی گمراہی اور دجل وتلبیس کو بہت قریب سے دیکھ چکے ہیں۔نعمتِ اسلام کی قدردانی ہے کہ ڈاکٹر صاحب اب اسلام کے داعی اور مبلغ ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے داعیانہ جذبہ اور اسلوب عطا فرمایا ہے، ان کی دعوت، اسلوبِ دعوت، ان کی دلی تڑپ اور دل سے نکلی دعاؤں کے نتیجے میں کئی افراد بالخصوص قادیانی افراد اور گھرانے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

زیرِتبصرہ کتاب نومسلمین کے انٹرویوز پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے ایسے ۱۳ خوش نصیب لوگوں کے انٹرویو لیے جنھوں نے سالہا سال کفر (قادیانیت، ہندوازم اور بہائیت، وغیرہ) میں گزارنے کے بعد اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لی۔ان انٹرویوز سے پتہ چلتا ہے کہ دینِ اسلام کو قبول کرنے کے بعد کس طرح انہیں دلی اطمینان اور سکون کی نعمت ملی۔ڈاکٹر صاحب نے وہ تمام انٹرویو اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔یہ کتاب ایسی ہے کہ مبلغین اور داعی حضرات غیرمسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے انہیں یہ پڑھنے کے لیے پیش کریں تو اس کا خاطرخواہ فائدہ ہوگا، ان شاء اللہ۔غیرمسلموں کے لیے اس کتاب میں دعوت ہے اور مسلمانوں اور بالخصوص نومسلمین کے لیے اس میں تسلی اور اطمینان کا سامان ہے۔اللہ تعالیٰ

مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو غیر مسلموں کے لیے ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ بنائے، آمین۔ کتاب ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مزین ہے۔ کاغذ، ٹائٹل اور جلد بندی سب بہترین ہیں۔

منتخب احادیث

جناب ڈاکٹر محمد آصف صاحب۔ صفحات: ۶۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت، مجلس احرارِ اسلام، پاکستان۔ ملنے کا پتا: مرکزی دفتر دار بنی ہاشم، ایم۔ ڈی۔ اے چوک، ملتان۔ رابطہ نمبر: 061-4511961

اس رسالہ میں عقیدۂ ختمِ نبوت، عمومی فتن، ظہورِ مہدی اور نزولِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور فتنۂ دجال کے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ ان احادیث کی تخریج حافظ محمد فیضان صاحب نے کی ہے اور ہر حدیث کے بعد اس کا اردو ترجمہ بھی لکھا گیا ہے۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کا کام کرنے والوں کے لیے یہ کتابچہ ایک بہترین راہ نما ہے۔ کاغذ اور ٹائٹل وغیرہ سب بہترین ہیں۔

قادیانیت (احمدیت) ایک تعارف

جناب ارشد سراج الدین صاحب.... جناب ڈاکٹر محمد آصف صاحب۔ صفحات: ۲۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت، مجلس احرارِ اسلام، پاکستان۔ ملنے کا پتا: مرکزی دفتر: دار بنی ہاشم، ایم۔ ڈی۔ اے چوک، ملتان۔ رابطہ نمبر: 061-4511961

اس رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا تعارف، اس کے دعاوی، قادیانیت کے چند فرقوں کا تعارف، قادیانیت سیاسی نقطہ نگاہ سے، قادیانیت کے عملی تائج ایک تاریخی جائزہ، وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت مواد جمع کیا گیا ہے۔ قادیانیت کو سمجھنے کے لیے یہ رسالہ ایک راہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

حسن العهد من الإيمان

مولانا ابوحمید اللہ عبد الرشید کوہستانی توحیدی صاحب۔ صفحات: ۴۴۴۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: شعبہ نشر و اشاعت خانقاہ اشرفیہ اختریہ و جامعہ اختر العلوم، اسلام آباد۔ فون نمبر: 0314-5580988

زیرِ تبصرہ کتاب ''حسن العهد من الإيمان'' کے مؤلف مولانا عبد الرشید کوہستانی توحیدی صاحب جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال کے فاضل اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مسترشد اور خلیفہ مجاز ہیں، جنہوں نے اپنے شیخ کی خانقاہ اور جامعہ میں دو سال سے زائد عرصہ رہ کر تربیت پائی، انہوں نے تصوف کے موضوع پر یہ کتاب مرتب کی ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور چھ ابواب پر مشتمل ہے:

بابِ اول: نسبت کے بیان میں کہ شیخ اور مرید کے درمیان کیا نسبت ہے؟ اور شیخ کی اولاد کے ساتھ کیا نسبت ہوتی ہے؟

بابِ دوم: نسبتِ شیخ کی خاطر شیخ کے اہل وعیال کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آنا چاہیے۔

بابِ سوم: اولیاء اللہ کی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

بابِ چہارم: مطلقاً زندوں کے اعمال عالم برزخ والوں پر پیش کیے جاتے ہیں۔

بابِ پنجم: حضرت تھانویؒ اور دیگر مشائخ کے ملفوظات۔

بابِ ششم: مؤلف کے مختلف موضوع اور مختلف عنوانات پر تحریر شدہ مضامین جو سہ ماہی ''الاختر'' اسلام آباد میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔

کتاب پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ کتاب جلدی میں طبع کی گئی ہے، کچھ اردو کی اغلاط بھی نظر آئی ہیں، کئی جگہیں ایسی ہیں کہ عربی عبارت تو ہے، لیکن اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

بہرحال مؤلف نے تصوف کے موضوع کے متعلق کتبِ تفاسیر اور کتبِ احادیث کے علاوہ شیوخ کی مایہ ناز کتب سے بڑی جانفشانی اور محنتِ شاقہ سے مستدلات اور حوالہ جات کو جمع کیا ہے۔ سالکین بلکہ ہر ایک مسلمان کے لیے بطور اصلاحِ نفس اس کتاب کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ایصالِ ثواب کی درخواست

جامعہ کے استاذ اور ماہنامہ بینات کے مساعد معاون مدیر مولانا محمد شفیق علوی صاحب کے چچا جناب مشتاق احمد اعوان مرحوم ۴ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۷ر دسمبر ۲۰۲۲ء بروز بدھ کو انتقال کر گئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکل شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی. اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ.

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔

باتوفیق قارئینِ بینات سے اُن کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔